جلد ۱۰ | ۱۳ وفا ۱۳۴۰ ہش | ۲۹ محرم ۱۳۸۱ھ | ۱۳ جولائی ۱۹۶۱ء | نمبر ۲۸

اخبار احمدیہ

نخلہ ۷ جولائی بوقت ۱۰ بجے صبح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ کل حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی مگر شام کے قریب کچھ گھبراہٹ کی شکایت ہو گئی۔ رات نیند آ گئی۔ اس وقت طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور کی شفائے کامل و عاجل اور کام والی لمبی زندگی کے لئے خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۰ جولائی پرسوں ساڑھے چار بجے کی گاڑی محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل پاسپورٹ پر پاکستان سے مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ آپ تین چار ہفتہ قیام فرمائیں گے۔ آج سے آپ نے مسجد مبارک میں صبح کی نماز کے بعد درس القرآن اور بعد نماز عصر درس الحدیث دینا شروع کیا

قادیان ۱۱ جولائی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں

اِسلام میں نجات کا آسان راستہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات کی حکمت و فلسفہ

(از جناب شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ)

بہت سی چھوٹی نیکیاں ہیں جنہیں ہم اس وجہ سے نظر انداز کر جاتے ہیں کہ وہ معمولی ہیں، ادنیٰ ہیں اور ان کے لئے ہمیں خاص اہتمام نہیں کرنا پڑتا۔ بہت لوگ جو اس فکر میں تو رہتے ہیں کہ ہمیں کسی بڑی نیکی کے کرنے کی توفیق ملے یا ہم کوئی بڑا کارنامہ انجام دیں۔ مگر بسا اوقات انہیں کسی خاص کارنامے یا کسی بڑے اہم کام یا بڑی نیکی کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی بھی ہے تو کسی ایک وجہ، ریا، خود غرضی یا کسی اور وجہ کی بنا پر وہ نیکی ناقص یا ادھوری رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس بہت سی چھوٹی چھوٹی نیکیاں ایسی ہیں جو اگر کسی وقت کسی وجہ سے رد بھی کر دی جائیں تو بھی اپنی کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں انسان دوسرے اوقات میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جب ان کا ایک بڑا ذخیرہ ہو جاتا ہے تو اس ذخیرہ کے باعث اس کی نیکیوں کا پلڑا ایسا بھاری ہو جاتا ہے کہ بدیاں گو اس کے حساب کتاب میں درج بھی ہوں تو بھی بوجہ ان کے پلڑا کے ہلکا ہونے کے قرب الٰہی کے حصول میں روک نہیں بن سکتیں۔ بلکہ ان معمولی معمولی نیکیوں کی کثرت کے طفیل انسان خدا کے حضور سرخروئی کے ساتھ حاضر ہوتا اور مقبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر ایک نیکی کی راہ اختیار کرو نہ معلوم تم کس راہ سے بخشے جاؤ۔ پس ایسی نیکیوں کی راہ جو ادنیٰ اور بظاہر معمولی اور چند لمحات میں بجا لائی جا سکتی ہیں کو بھی اختیار کرنا ضروری ہے تا اگر بڑی نیکیوں کے بجا لانے کی توفیق سے کسی وجہ سے محروم رہیں۔ تو ان ادنیٰ اور چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو کثرت سے بجا لا کر نیکیوں کے پلڑا کو بھاری کر لیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا تھا کہ نماز کے بعد تسبیح و تحمید کر لیا کریں تو اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اگر بعض لوگ اپنے حالات یا مقدرت یا وسعت کی وجہ سے بڑی نیکیوں کو انجام دے لیں تو تم ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو انجام دے کر اپنی کمی کو پورا کر لو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کلام اور سنت مطہرہ سے ہمیں بے شمار اس قسم کی نیکیوں کا پتہ لگتا ہے۔ جو بہت ہی چھوٹی ہیں اور بظاہر معمولی اور ادنیٰ نظر آتی ہیں اور ایسی ہیں کہ جو چند منٹوں میں بلکہ سیکنڈوں میں بجا لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن اپنے اجر اور ثواب اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ اور ان کے بجا لانے پر کسی قسم کا خاص خرچ یا بوجھ برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ ہر چھوٹا بڑا، غریب فقیر، امیر، محتاج، بادشاہ، مسکین، مرد و عورت، بچہ اور جوان بلکہ کمزور اور بوڑھے تک بھی انہیں آسانی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان سننے پر اگر یہ دعا پڑھی جائے اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدًا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ تو اس دعا پڑھنے والے کے لئے حضورؐ کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ دعا بڑی آسانی کے ساتھ اگر خاص توجہ سے بھی پڑھی جائے تو ایک آدھ منٹ میں پڑھی جا سکتی ہے مگر پڑھنے والے کے متعلق ایک تو یہ اثر ہوتا ہے کہ اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خاص محبت ہے۔ دوسرے حضورؐ کے فرمان پر اُسے کامل یقین ہے۔ اس یقین اور محبت سے جب یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو جذب کر لیتی ہے۔ روزانہ پانچ دفعہ اذان دی جاتی ہے۔ اگر کسی انسان کو اس کی مشغولیت یا مصروفیت یا دیگر کاروباری حالات کی وجہ سے روزانہ پانچ بار نماز کے لئے اذان سننے کا موقعہ نہ بھی ملے ہفتہ میں ایک ہی بار ملے اور توجہ اور محبت اور جذبہ سے ہفتہ میں ایک بار ہی یہ دعا پڑھ لیا کرے اور اگر اس کی عمر ستر یا اسی سال کی ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ اُسے سال میں پچاس بار اور ستر یا اسی سال کی عمر میں سے ہوش و حواس کی عمر ساٹھ یا پچاس سال کی بھی ہو تو پھر بھی کم از کم ۲۵۰۰ بار اُسے یہ دعا پڑھنے کا موقعہ مل جائے گا۔ اور صادق و مصدوق کی شفاعت کا وہ مستحق ہو جائے گا۔ اور جب ایک مخلص مومن کو یہ علم ہو گا کہ اس دعا کے پڑھنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُس کے لئے واجب ہو جاتی ہے تو وہ کوشش کرے گا کہ یہ ایک دو منٹ میں پڑھی جانے والی دعا، یہ چند لمحات میں ادا ہونے والی قولی نیکی وہ روزانہ کئی کئی بار اذان سن کر بجا لائے تا اگر کسی وقت کی دعا کسی وجہ سے رد بھی ہو جائے تو دوسرے اوقات کی دعا قبولیت کا جامہ پہن لے اور وہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو حاصل کرنے والا بن جائے۔ اب بظاہر یہ ایک معمولی سی بات ہے۔ اور اکثر اوقات ہم اپنی غفلت یا بے توجہی سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لیکن ثواب و بدلہ اجر کے لحاظ سے یہ کس قدر پُر تاثیر نیکی ہے اور روزمرہ انجام دینے سے ہم اپنی نیکیوں کے ذخیرہ کو کس قدر ترقی دے سکتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اور میرے لئے رحمت کی دعا مانگتا ہے خدا تعالےٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اگر توجہ و اخلاص اور محبت کے جذبہ سے درود شریف پڑھا جائے اور اس کے لئے خاص وقت اور محنت کی بھی ضرورت نہیں۔ گھروں سے بازار جاتے، کاروبار کے لئے جاتے ہوئے۔ دفتروں کو جاتے ہوئے اور آتے ہوئے خاموشی کے ساتھ درود شریف پڑھتے جائیں تو دس پندرہ منٹ میں حد بیس منٹ میں انسان ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیتا ہے۔ کسی وقت خلوت میں یا خاص گھڑیوں میں درود شریف پڑھا جائے اور اس کے لئے چند منٹ بھی میسر آ جائیں تو بھی متعدد مرتبہ درود شریف پڑھا جا سکتا ہے کم از کم اگر انسان روزانہ آتے جاتے اور مختلف اوقات میں ۱۰۰ بار درود شریف پڑھے جو صرف پندرہ بیس منٹ کا ذکر ہے تو ۱۰۰۰ بار خدا تعالےٰ کی رحمتوں کے حاصل کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہفتوں اور مہینوں اور سالوں میں لاکھوں اور کروڑوں مرتبہ (باقی صفحہ پر)

مُلک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے رام آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

اسلام اور عیسائیت کا موازنہ

عقائد و نظریات کے دس اصولی و بنیادی فرق

از محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل ایڈیٹر رسالہ الفرقان (ربوہ)

اوّل ۔ اسلام توحید کا علمبردار ہے اور عیسائیت تثلیث کی دعویدار ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ہے اور وہی واحد و یگانہ ہمارا معبود ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ۔ نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور نہ کوئی اس کی مانند۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں منفرد اور بے نظیر ہے۔ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ خدا تین ہیں باپ خدا، بیٹا خدا اور روح القدس خدا۔ ان اقانیم ثلاثہ پر ایمان لانا عیسائی بننے کے لئے ضروری ہے تثلیث عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔

دوم ۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق سب نبی پاک اور معصوم ہیں کسی نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ ان کی شان ہے عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (الانبیاء ۲۷) کہ وہ خدا کے باعزت بندے ہیں۔ قول میں اور عمل میں خدا کے حکم کے تابع ہوتے ہیں نافرمانی نہیں کرتے۔ کسی قسم کی سبقت نہیں کرتے۔ موجودہ عیسائیت کہتی ہے کہ سب نبی گنہگار تھے اور انہوں نے مختلف قسم کی بدیوں کا ارتکاب کیا سوائے ان میں سے کوئی ایک بھی پاک نہ تھا اور نہ نجات پا سکتا تھا دوسرے انسانوں کو راہِ نجات دکھانا تو دور کی بات ہے۔ اسی لئے نجات کے لئے خدا کا بیٹا دنیا میں آیا۔ یسوع کا قول ہے:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی"
(انجیل یوحنا ۸/۱۰)

سوم ۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ۲۴) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل ۳۶) کہ دنیا کی ہر قوم میں نبی آئے ہیں۔ سب ملکوں میں خدا کے رسول مبعوث ہو کر توحید کی منادی کرتے رہے ہیں۔ گویا اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اس لئے اس نے ہر قوم میں اپنے فرستادے روحانی ربوبیت کے لئے مبعوث فرمائے ہیں۔ عیسائیت کا یہ عقیدہ ہے کہ سوائے بنی اسرائیل کے دوسری ساری قومیں نبیوں کے وجود سے محروم ہیں۔ پولوس نے لکھا ہے:۔

"وہ اسرائیلی ہیں اور لے پالک ہونے کا حق اور جلال اور عہود اور شریعت اور عبادت اور وعدے انہیں کے ہیں اور قوم کے بزرگ انہیں کے ہیں اور جسم کے رو سے مسیح بھی انہیں میں سے ہوا" (رومیوں ۹/۴-۵)

چہارم ۔ اسلام کے نزدیک ہر بچہ پیدائشی طور پر پاک پیدا ہوتا ہے اسے صاف لوح دی جاتی ہے۔ سنِ شعور کو پہنچنے پر وہ اپنی مرضی اور اختیار سے نیکی یا بدی کرتا ہے اور اس صاف تختی پر اچھے یا برے نقوش ابھار کرتا ہے۔ عیسائی نقطۂ نگاہ سے ہر بچہ پیدائشی طور پر گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ آدم نے گناہ کیا اور اس کی ساری اولاد گنہگار بن گئی اب کوئی بچہ بے گناہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے بے سزا نہیں رہ سکتا

پنجم ۔ عیسائیت کہتی ہے کہ جب سب آدم زاد گنہگار ہیں وہ تو خود نجات نہیں پا سکتے۔ اس لئے نجات کی صورت یہ ہوئی کہ خدا کا بیٹا زمین پر آیا۔ اس نے کنواری مریم کے رحم میں حمل میں آنے کی اور ولادت کی زحمت برداشت کی۔ آخر یہودیوں کے ہاتھوں صلیب پر مر گیا اور اس نے سب گنہگاروں کے گناہ اٹھا لئے۔ اب جو آدم زاد مسیح ابن اللہ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائیں گے، وہی نجات کے وارث ہوں گے۔

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر بے گناہ ہے۔ اس میں گناہوں سے بچنے کی طاقت موجود ہے۔ اسے پاک انبیاء کی تعلیمات کی رہنمائی میں وہ خود نجات پا سکتا ہے بلکہ اعلیٰ کمالات کو حاصل کر سکتا ہے کوئی دوسرا کسی کے گناہ نہیں اٹھا سکتا۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (الانعام ۱۶۴) کوئی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ اس لئے نجات کا طریق خدائی احکام کی تعمیل ہے۔ یسوع کی صلیبی موت پر ایمان یا کفارہ کا عقیدہ نہیں۔

ششم ۔ اسلام کے نزدیک شریعت خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے اس سے انسان کو نیکی اور بدی میں فرق معلوم ہوتا ہے اور خدا کے قرب کو پانے کی توفیق ملتی ہے۔ عیسائیت کہتی ہے کہ شریعت لعنت ہے اور انسان کو لعنتی بناتی ہے۔ اس لئے شریعت کو ماننا بیکار ہے۔

ہفتم ۔ عیسائیت کے نزدیک حضرت مسیح صلیب پر مر گئے اور صلیبی موت کی وجہ سے تورات کے مطابق وہ لعنتی ہو گئے۔ مگر ان کا لعنتی ہونا انسانوں کی خاطر تھا۔ لکھا ہے:۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے"
(گلتیوں ۳/۱۳)

اس کے برعکس اسلامی عقیدہ یہ ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء ۱۵۷-۱۵۸) کہ حضرت مسیح صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے تھے اس لئے اس کے لعنتی بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسیح لعنتی نہیں بلکہ مرفوع الی اللہ تھے۔ لعنتی خدا سے دھتکارے ہوئے کو کہتے ہیں اور مرفوع خدا کے مقرب کو۔

ہشتم ۔ اسلام کے نزدیک جہنم لامحدود زمانہ کے لئے اور غیر منقطع نہیں۔ وہ مجرموں کی سزا اور اصلاح کا مقام ہے اس لئے خواہ کتنے لمبے زمانہ تک وہ قائم رہے۔ مگر بہرحال محدود اور ختم ہو جانے والا ہے۔ البتہ جنت خدا کی بے پایاں رحمت کا مقام ہے اور انسانیت کی لامحدود ترقی کی تکمیل گاہ۔ اس لئے اسلام کے نزدیک جنت کبھی ختم نہ ہوگی عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ جنت کی طرح جہنم بھی دائمی اور غیر محدود ہے۔ وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ گنہگار ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں جلیں گے اور دانت پیسیں گے۔

نہم ۔ اسلام کا پیغام ساری دنیا، ساری قوموں، سارے زمانوں کے لئے ہے وہ اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ کامل اور جامع تعلیم پیش کرتا ہے۔ فرمایا (باقی ص۶ پر)

اطفال الاحمدیہ قادیان کا انعامی مقابلہ

قادیان ۱۰ر جولائی۔ کل بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں مجلس انصار اللہ قادیان کے زیر اہتمام مقامی اطفال الاحمدیہ کا انعامی مقابلہ ہوا۔ جس میں کل ۱۷ اطفال نے حصہ لیا۔ اطفال کے دو گروپوں نے نماز با ترجمہ و نماز سادہ کے مقابلہ میں حصہ لیا۔ دس سال سے بڑی عمر کے ۶ اطفال پہلے مقابلہ میں اور چھ سال سے دس سال کی عمر کے گیارہ بچے دوسرے مقابلہ میں شریک ہوئے۔ مکرم حکیم بدرالدین صاحب عامل قائد مجلس خدام الاحمدیہ قادیان نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری و مولوی کریم الدین صاحب نے پہلے گروپ کے لئے اور مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی اور مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی نے دوسرے گروپ کے لئے منصفی کے فرائض سرانجام دیئے۔ آخر میں محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل نے ہر دو مقابلوں میں اوّل دوم آنے والوں کو خاص انعام اور مقابلہ میں شریک ہونے والوں کو مٹھائی کے انعامات تقسیم فرمائے۔ بعدہٗ تمام اطفال میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس موقعہ پر تلاوتِ قرآن کریم کے بعد تمام اطفال نے

"اے خدا دے عمر لمبی تو خلیفہ کو مرے"

کی دعائیہ نظم پڑھی۔ اور پروگرام کے اختتام پر صفائی سے متعلق ایک نظم دلپسند انداز میں سب نے مل کر سنائی۔

آخر میں محترم مولانا ابو العطاء صاحب نے اجتماعی دعا فرمائی۔ اور یہ تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔

خاکسار رفیق احمد گجراتی زعیم اعلیٰ انصار اللہ قادیان

خطبہ جمعہ

تحریک وصیت ایمان کی آزمائش کا ایک خاص ذریعہ ہے

جو احمدی وصیت کے قواعد کو پورا کرے گا اور مالی قربانی پیش کریگا وہی جنتی کہلانے کا مستحق ہوگا

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴ مئی سنہ ۱۹۲۶ء

بمقام قادیان

بعض امور بظاہر چھوٹے نظر آتے ہیں لیکن ان کے گردوپیش ایسے حالات جمع ہوجاتے ہیں کہ ان حالات کی وجہ سے وہ امور غیر معمولی اہمیت پکڑ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت میں ایسے امور کی مثالوں سے ایک اہم مثال

حصہ وصیت ہے

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ سب باتوں کو جانتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب رسالہ الوصیت شائع کیا تو آپ کے ذہن میں وہ مشکلات نہ تھیں۔ ان مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں وصیت عقلی طور پر بھی نجات کا ذریعہ ہے اگر وہ مشکلات شریدا ہوتیں اور اس قسم کے حالات وصیت کے متعلق رونما نہ ہوتے تو خیال ہوسکتا تھا کہ وصیت کا جنت سے کیا تعلق ہے۔ مگر اس کے گردوپیش ایسی مشکلات جمع ہوگئی ہیں۔ جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے قاعدہ کے ماتحت بتاتی ہیں کہ وہ اس امر کے گرد جمع ہوتی ہیں۔ جو بہ اہمیت کا باعث ہو۔ دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً کہ

جو چیز ہدایت دینے والی ہوتی ہے

اس کے ذریعہ سے بہتوں کو ٹھوکر بھی لگتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم جب بہت بڑی ہدایت لے کر آیا تو اس وقت بڑی ضلالت بھی آئی۔ توریت میں قرآن کریم کی نسبت ہدایت کم تھی۔ اس وقت ٹھوکر بھی کم تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے دنیا کے واسطے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اور آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی نبوت کو منسوخ کردے۔ اس لئے آپ کے ذریعہ جہاں ہدایت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھل گیا ہے۔ وہاں اس ہدایت کا انکار کرنے والوں کے لئے کفر کا دروازہ بھی کھول دیا گیا ہے اب موسوی شریعت کا انکار کفر نہیں ہے کیونکہ اس کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اور اس کا کمال بھی ختم ہوگیا۔ اب کوئی شخص موسوی شریعت پر عمل کر کے روحانی کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کے مقابلہ میں اگر اسلام کے ذریعہ خدا کے قرب کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھولا گیا ہے تو اس کے ساتھ ہی کفر کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لئے کھل گیا ہے۔

پس

ہر ہدایت کے ساتھ ضلالت

برابر چلتی ہے۔ اور یہ دونوں متوازی چلتی ہیں۔ کیونکہ جو چیز یھدی بہ کثیراً ہوگی۔ وہ ساتھ ہی یضل بہ کثیراً بھی ہوگی۔ اگر وصیت کا مسئلہ یضل بہ نہ ہوتا تو عقل تسلیم نہ کرتی کہ بھلائی کا باعث بھی بن سکتا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو چیز ہدایت کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ضلالت کا پہلو بھی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی سنت بدلا نہیں کرتی۔ اب دیکھو وصیت کس طرح ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ پہلے تو دوسروں کو اس سے ٹھوکر لگی۔ انہوں نے کہا روپیہ کمانے کا ڈھونگ نکالا گیا ہے۔ ورنہ کسی زمین میں دفن ہو کر کوئی بہشتی کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ بھی وہی بات ہے۔ جو کئی مقامات پر بہشتی دروازہ بنا کر کہی جاتی ہے۔ کہ جو اس دروازہ میں سے گزر جائے وہ بہشتی ہوگیا۔ اس طرح وصیت بہت سے لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے اس حقیقت اور غرض کو نہ سمجھا۔

وصیت کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا

کہ کوئی اس زمین میں دفن ہونے سے بہشتی ہوجائے گا۔ اگر کسی کافر کو رات کے وقت لوگ اس میں دفن کر جائیں یا کسی ہندو کو دفن کردیا جائے تو کیا وہ اس لئے جنتی ہوجائے گا۔ کہ اس جگہ دفن کردیا گیا۔ ہرگز نہیں۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منشاء تھا۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا کہ خواہ کوئی کسی طرح اس زمین میں پہنچ جائے جنتی ہوگا۔ بلکہ جو اصل منشاء تھا وہ یہ تھا کہ وصیت کے قواعد کو پورا کر کے جو داخل ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ گویا

وصیت کے قواعد

کو پورا کرنا علامت ہوگی اس بات کی۔ کہ پورا کرنے والا بہشتی ہے۔ جیسے قرآن کریم میں مومن کی علامتیں بتائی گئی ہیں۔ کہ نماز کا پابند ہو زکوٰۃ دے۔ حج کرے۔ [illegible] خدا کی توحید پر ایمان لائے رسولوں پر ایمان لائے تو جنتی ہوگا۔ مگر دوسری جگہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے جنتی ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ جو ایمان لائیں وہ جنتی ہیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ رکھا کہ جو شخص ان شرائط کے ساتھ اپنے آپ کو وصیت کے لئے پیش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے

جنتیوں میں شمار

کرتا ہے۔ کیونکہ انسان کا دل اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ اسے کسی طرح پتہ لگے۔ کہ خدا کی رضا اسے حاصل ہوگئی۔ اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور منشاء معلوم کرنے کے ذرائع مختلف ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں تڑپ معلوم کرنے کے وصیت کے قواعد کے ذریعہ بتایا کہ اگر تم میں ایسا اخلاص ایسا ایمان اور تعلق باللہ ہو تو سمجھو کہ تم جنتی ہوگئے۔ اس سے کم ہر ایک بات مشتبہ ہے

خدا ہی جانتا ہے

کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔

تو یہ ایک ذریعہ ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ کون جنتی ہے۔ جیسے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کی معرفت فرمایا تھا کہ جنت ان کو ملے گی جو

خدا کی راہ میں

جان اور مال دیں گے۔ چونکہ اس وقت جہاد کی ضرورت تھی۔ اس لئے جان کی بھی شرط تھی۔ اور اس وقت بھی بہشتی مقبرہ تھا اور اس کی علامت یہ تھی کہ

جان اور مال

دیا جائے۔ مگر اب ایسا زمانہ ہے۔ کہ پہلے زمانے کی طرح جانیں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق اور اعمال اور اموال کی قربانی کی ضرورت ہے۔ شائد کوئی کہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت بہشتی مقبرہ کیوں نہ بنایا گیا۔ تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں حالات ایسے تھے کہ

تاریخی طور پر

بہشتی لوگوں کی قبروں کو محفوظ رکھنا مشکل تھا اس وقت ریل نہ تھی کہ دور دراز سے لاشیں لائی سکتیں۔ لوگوں میں اتنی جہالت تھی کہ قبروں کو اکھیڑ کر پھینک دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے قبریں قائم نہ رہ سکتی تھیں۔ اگر اس زمانہ میں بھی اسی طرح کی سہولتیں ہوتیں جیسی اب ہیں تو ان کے لئے بھی

الگ مقبرہ

تجویز کیا جاتا۔ مگر اس وقت لاشوں کا پہنچانا بہت مشکل تھا۔ اور اب تو ممکن ہے۔ کہ دنیا کے دوسرے سرے سے بھی لاش آجائے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ امریکہ سے دو چار دن میں لاش یہاں پہنچ سکتی ہے۔ اور قبروں کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ اس لئے ظاہری علامت کے طور پر مقبرہ بہشتی بھی مقرر کردیا ہے۔ ورنہ مقبرہ بہشتی تو پہلے سے ہی اسلام میں موجود ہے۔ کئی

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ جنت البقیع میں دفن ہونے والوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ جنتی ہیں۔ چنانچہ بعض نادانوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ تو آپ کے متعلق خیال کرتے تھے کہ کافر ہوگئے۔ انہوں نے کہا ہم اس جگہ دفن نہ ہونے دیں گے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ جو اس جگہ دفن ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ اس وجہ سے وہ جنت کے ٹھیکیدار بننے لگے کہ ہم دفن نہ ہونے دیں گے انہوں نے یہ اسی لئے کہا کہ اس زمین کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس زمین میں دفن ہونے والا جنتی ہوگا۔ میں اس کا نام وعدہ نہیں رکھتا۔ نہ اس کا نام وعدہ اس کا جو حضرت مسیح موعود نے مقبرہ کے متعلق فرمایا۔ بلکہ یہ خبر ہے اور وعدہ اور خبر میں فرق ہوتا ہے اس کے ساتھ علامتیں بتائی گئی ہیں کہ جب یہ وہ پائی جائیں اس کو پہچان لو کہ جنتی ہوگا۔

پس پہلے تو وصیت سے دوسروں کو ٹھوکر لگی اور یضل بہ کثیراً اس طرح پورا ہوا کہ یہدی بہ کثیراً بھی پورا ہوگا۔

دوسری ٹھوکر کمزور ایمان والوں کو لگی

انہوں نے وہی خیال کر لیا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سے کمزور ایمان والے مسلمانوں نے سمجھ لیا تھا کہ جو جنت میں داخل ہو جائے وہ جنتی ہو۔ اسلئے انہوں نے خیال کر لیا کہ جو بہشتی مقبرہ میں داخل ہو جائے خواہ کسی طرح داخل ہو وہ جنتی ہوگا یہ خیال کر کے انہوں نے دھوکہ سے اس میں داخل ہونا چاہا۔ مثلاً اس طرح کہہ دیا کہ ہمارے مرنے کے بعد اتنی جائیداد لے لینا حالانکہ اتنی جائیداد ہی نہ تھی۔ اس طرح انہوں نے گویا حشر مقبرہ بہشتی میں اپنا نام لکھانا سوتی سمجھا۔ جنتی بننے کے لئے اگر یہی بات ہو کہ جس طرح بھی کوئی اس زمین میں دفن ہو جائے وہ جنتی بن جائے گا تو ہمیں سارا روپیہ ان پر خرچ کرنا پڑے کہ مقبرہ کے اردگرد پہرے دار مقرر کئے جائیں جو بندوقیں لے کر کھڑے رہیں تاکہ اس میں کوئی زبردستی دفن نہ کر جائے۔ ادھر جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف داخل ہو جانے سے ہی جنت مل سکتی ہے وہ رات کو لاش لا کر دفن کر جائیں۔ اس طرح مقبرہ تمسخر اور کھیل بن جاتا ہے۔ پس بعض نے اس طرح ٹھوکر کھائی کہ اس زمین میں دفن ہونے سے انسان جنتی بن جاتا ہے۔ اور اس کے لئے ڈھنگے دھوکے کرنے۔ اور بعض نے اس کی غرض اور منشاء کو نہ سمجھ کر ٹھوکر کھایا۔ شاید کوئی کہے ادھر جنتی بننے کی خواہش اور ادھر دھوکہ کرنا یہ دونوں متضاد باتیں کس طرح پائی جا سکتی ہیں مگر

یاد رکھنا چاہیئے

کہ جو لوگ ایمان کو ٹونے ٹوٹکے کے طور پر سمجھتے ہیں۔ اور جن کے عقیدہ کی بنیاد عقل پر نہیں ہوتی۔ وہ اسی قسم کی متضاد باتیں جمع کر لیتے ہیں ہم اس کا نام ظاہر پر محمول کر کے دھوکہ رکھتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ حقیقت میں سمجھتے ہیں کہ ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے نزدیک دھوکہ نہیں کر رہے ہوتے۔ عام مسلمانوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ سنایا کرتے تھے کہ بعض لوگ قرآن کریم کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے اور ان کا خیال ہے کہ خدا کا کلام چرا لینا گناہ نہیں۔ ایک دفعہ ایک دوست کے پاس [illegible] روپے تھے۔ اس نے ثنائی معارف میں اس خیال سے خرچ کر لئے کہ جب میرے پاس ہوں گے دیدوں گا۔ میرا اس شخص سے بہت تعلق تھا۔ مگر انہیں میں

مَیں نے ہی سوال اٹھایا

کہ اس طرح ان کو خرچ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس دوست نے بھی اقرار کر لیا کہ غلطی ہو گئی ہے میں جلد روپیہ ادا کر دوں گا۔ مگر ایک اور دوست کھڑے ہو گئے جنہوں نے یہ بحث شروع کر دی کہ یہ غلطی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ روپیہ خدا کے لئے جمع کیا جاتا ہے اور یہ بھی خدا کی مخلوق ہیں ان کو ضرورت تھی انہوں نے خرچ کر لیا تو حرج کیا ہو گیا۔ اور اس میں غلطی کیا ہوئی تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ خدا کے لئے ہی روپیہ جمع کیا جاتا ہے اور سب خدا کے بندے ہیں۔ مگر جب اپنی ذات کے متعلق فیصلہ کرنا ہو تو غلطی کر جاتے ہیں اس لئے فیصلہ کرنے والے اور ہونے چاہئیں تو

بسا اوقات انسان سمجھتا ہے

کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں دیانت داری کے ماتحت ہے مگر وہ بے وقوفی اور نادانی ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جنہوں نے کسی طرح مقبرہ بہشتی میں داخل ہونے کی کوشش کی وہ دھوکہ باز تھے۔ بہت سے ان میں ایسے تھے کہ جنہوں نے صرف یہ خیال کیا کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے مقبرہ بہشتی میں دفن ہو جانا کافی ہے۔ پھر کیوں نہ ہم دنیا میں بھی مال سے فائدہ اٹھا لیں بلکہ میں تو کہوں گا کہ ایک رنگ میں ان کا ایمان بڑھا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے سمجھا کہ اگر ہم دھوکہ کر کے بھی مقبرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ تو بھی خدا تعالےٰ ہمیں اس میں داخل ہو جانے کی وجہ سے جنتی قرار دے دے گا بے شک ایسے لوگ غلطی پر تھے اور ان کا خیال درست نہ تھا۔ ان کو ضلالت پہنچی اور انہوں نے وصیت کا غلط مفہوم لیا اور دھوکہ میں پڑ گئے۔ مگر وصیت سے

سب سے بڑا فتنہ

ایک اور پیدا ہوا جو خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ اور وہ خلافت کے متعلق فتنہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خیال بھی نہ ہوگا جب آپ نے وصیت لکھی کہ ایسی جماعت بھی پیدا ہوگی جو اس کے ماتحت کہے گی کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے مگر اس طرح بھی وصیت ٹھوکر کا باعث ہوئی۔ اور ایسا فتنہ پیدا ہوا جس نے جماعت کو تہ و بالا کر دیا۔ اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ سوائے معدودے چند لوگوں کے سب اس طرف ہو گئے کہ خلیفہ کو منتخب کرنا غلط ہے۔ مگر حضرت خلیفہ اول کی تقریر نے بتا دیا کہ یہ خیال غلط تھا اور خلیفہ کا انتخاب بالکل درست تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جماعت پر رد حانیت اور برکات کے نزول کا خاص وقت تھا اور یہ ممکن ہی نہیں کہ مامور کے فوت ہونے کے معاً بعد جماعت گمراہی اور ضلالت پر جمع ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جب خدا تعالےٰ نے مامور کو اٹھا لیا اور جماعت سب سے زیادہ رحم کی مستحق ہو گئی۔ اس وقت خدا تعالےٰ جماعت کو گمراہ ہونے دے۔ پس درحقیقت

سچا فیصلہ وہی تھا

جو جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق کیا۔ لیکن پھر بھی کچھ ایسے لوگ تھے جن کا خیال تھا کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور ایک ٹکڑا پراگندہ ہو کر جماعت سے باہر چلا گیا۔ پراگندہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ اس میں کوئی اتحاد نہیں۔ مگر ان میں ایسے لوگ شامل ہیں کہ جو کسی وقت جماعت میں اہمیت رکھتے تھے۔ تو ان کے لئے وصیت ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ اور یضل بہ کثیراً ان کے متعلق بھی ظاہر ہوا۔ میں سمجھتا ہوں وصیت کے مسائل ابھی ایسے پیچیدہ ہیں کہ آئندہ بھی ٹھوکر کا موجب ہو سکتے ہیں۔ مگر میں

"سر دلبران باد دیگران سنیدن"

کے مطابق ان کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ اس وقت میں صرف ایک مسئلہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ وہ مسئلہ ہے جس کا اس سال (۱۹۲۶ء) کی مجلس مشاورت میں بھی ذکر ہوا تھا کہ

کس قدر آمد پر کوئی شخص وصیت کرے

اور آمد اور جائیداد پر وصیت ہو یا نہ ہو۔ میں نے جہاں تک وصیت کو پڑھا ہے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے یہ منشاء تھا کہ جو اس زمین میں دفن ہو جائے وہ جنتی ہوگا۔ یہ بات تو ایسی ہے کہ خدا تعالےٰ تو الگ رہا حضرت مسیح موعود کی طرف بھی منسوب نہیں کی جا سکتی۔ یہ وہ تعلیم ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک قرآن کریم انکار کر رہا ہے۔ میں تو یہ سمجھ نہیں سکتا کہ کوئی شخص خدا تعالےٰ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھنے سے تو جنتی نہ ہو سکے۔ لیکن اس زمین میں دفن ہو جانے سے جنتی ہو جائے۔ اس طرح تو نعوذ باللہ اس زمین کا خدا تعالےٰ سے بھی بڑا درجہ ہوا کہ اس زمین سے تعلق رکھنے والا جنتی بن سکتا ہے اگر خدا تعالےٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق رکھ کر کوئی شخص جنتی نہیں بن سکتا۔ تو پھر اس زمین میں کونسی طاقت ہو سکتی ہے کہ جو اس زمین میں دفن ہو جائے وہ سیدھا جنت میں چلا جائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بات قرآن کریم کی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور خود وصیت کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جو منشاء وصیت کا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ادنےٰ قربانی پیش کی جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ جو شخص اس قدر قربانی کرتا ہے اس کے نفس میں اصلاح ہے جو اتنی قربانی کر دے۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ جنتی ہے۔ پس اگر وصیت سے اس قسم کی قربانی مراد ہے تو وصیت کو اس کے ماتحت لانا ہوگا۔ اور جس بات میں قربانی نہ پائی جاتی ہوگی وہ وصیت کے خلاف ہوگی۔ میں اس وقت تفصیلات کے متعلق بولنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ جس بات کے بتانے کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی دوست نے بتایا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ کہ چونکہ آجکل روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے وصیت کے نئے معنے کئے جاتے ہیں۔ اور غرض یہ ہے کہ زیادہ روپیہ وصول ہو۔ گو یہ نہایت نامعقول اعتراض ہے۔ مگر میں اس پر برا نہیں مناتا۔ کیونکہ میں کسی سے اپنے لئے روپیہ نہیں مانگتا۔

خدا کے دین کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے

اور اسی کے لئے میں مانگتا ہوں۔ اگر اس جائیداد سے خلیفہ کی ذاتی جائیداد بنتی اور اس کے رشتہ داروں کو ورثہ میں ملتی۔ تو اعتراض ہو سکتا تھا کہ میں اپنے لئے روپیہ جمع کرنے کیلئے ایسا کر رہا ہوں۔ لیکن اگر یہ مال دین کی خدمت کے لئے صرف ہوتا ہے اور مجھ کو ذاتی طور پر اس سے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ تو پھر اگر میں وصیت کے ایسے معنے کرتا ہوں جن کی رو سے خدا تعالےٰ کے دین کے لئے زیادہ روپیہ جمع ہو سکتا ہے تو یہ میرے لئے کونسی جرم کی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی وصیت کی غرض یہی بیان فرمائی ہے۔ کہ روپیہ آئے جو دین کی اشاعت کے لئے خرچ کیا جائے تو پھر ہم نے اگر ایسے معنے کئے کہ زیادہ روپیہ آئے تو

یہ کوئی حرج کی بات نہیں

کسی بات سے انسان کی دو غرضیں ایسی ہوتی ہیں جو مذموم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ ایسے عقائد گھڑنا چاہتا ہے۔ جن کی وجہ سے دوسروں کو شکنجہ میں کس سکے۔ اور دوسرے ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وصیت کے معاملہ میں یہ دونوں باتیں نہیں

ہیں۔ پھر مجھے اس اعتراض پر کیا رنج ہو سکتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اگر اس رنگ میں ہر بات کو بدلا جائے۔ تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جو لوگ وصیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ خواہ کوئی کتنی ہی قلیل رقم ادا کرے اس کی وصیت ہو جاتی ہے ان کا یہ مقصد ہے کہ وہ بغیر کچھ دیئے مقبرہ میں داخل ہو جائیں اگر ان کا حق ہے کہ یہ کہیں کہ وصیت کیلئے ۱/۱۰ مال کی قربانی اس لئے قرار دیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ روپیہ وصول ہو تو دوسروں کا بھی حق ہے کہ وہ کہیں کہ ان کا یہ مطلب ہے کہ بغیر کچھ دیئے جنتی ہو جائیں۔ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ

وصیت کے نئے معنے

اس لئے کئے جاتے ہیں کہ روپیہ آئے اگرچہ اس کا خیال بیہودہ ہے مگر مجھے اس پہ غصہ نہیں کیونکہ میں یہی چاہتا ہوں کہ خدا تعالے کے دین کی اشاعت کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالے کی محبت کے بعد محمد صلعم کے عشق پر مخمور ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں اگر وصیت کے ذریعہ خدا تعالے کے دین کی اشاعت کی خاطر مال جمع کرنے سے مجھ پر لالچ کا الزام آتا ہے۔ تو بخدا میں اس سے بھی بڑا لالچی ہوں جس قدر مجھے کوئی کہہ سکتا ہے۔ اگر وصیت کے الفاظ مجھے اجازت دیتے تو میں کہتا کہ ۱/۲ سے کم کی وصیت نہیں ہو سکتی۔ لیکن افسوس الفاظ اس لالچ کی اجازت نہیں دیتے

. . . .

. . . .

. . . . . . بس مجھے تو خدا کے دین کے لئے روپیہ جمع کرنے کی اس سے زیادہ حرص اور لالچ ہے۔ جس قدر کوئی کہہ سکتا ہے اگر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے خلاف کا خیال نہ ہوتا اور پھر مختلف . . . . طبائع کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں اس وقت کی ضروریات کے مطابق یہی فیصلہ کرتا کہ ۱/۲ کی وصیت کی جائے۔ اب میں ایسا تو نہیں کہہ سکتا لیکن۔

میرا عقیدہ یہی ہے

کہ یہ بھی جائز ہے۔ احمدیت ترقی کرے گی ہماری جماعت کے لوگوں کی آمدنیاں زیادہ ہوں گی۔ تو اس وقت ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کافی نہ ہوگی۔ اس وقت سلسلہ کی باگ جس کے ہاتھ میں ہوگی وہ اگر وصیت کے لئے ۱/۲ ضروری قرار دے دے تو یہ جائز ہوگا۔ مگر ابھی وہی زمانہ ہے جو حضرت مسیح موعود کے وقت میں تھا۔ اس لئے ابھی یہ حکم نہیں دیا جا سکتا۔ گو دل یہی چاہتا ہے کہ زیادہ روپیہ آئے اور ۱/۲ حصہ کی وصیت کی جائے۔ مگر ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جب آمدنی زیادہ ہوگی۔ مال و اموال کی کثرت ہوگی اور ۱/۲ حصہ داخل کرنا کوئی بات ہی نہ ہوگی مگر اب تھوڑی سی جماعت ہے۔ جس نے بہت بوجھ اٹھایا ہوا ہے اور جماعت کو مختلف قسم کی تکلیفوں کا سامنا ہے لیکن جب اس قسم کی تکلیفیں نہ ہونگی ایسے زمانہ میں اگر وصیت کے چندہ کو انتہائی حد تک بڑھا دیا جائے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ اصل غرض اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

مالی قربانی کا موقع

دینا ہے اور مال زیادہ ہو تو زیادہ دینے سے ہی قربانی ہو سکتی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے کہ جو شخص وصیت کے بغیر مرے وہ دوزخی ہے تو ہر کوئی وصیت کو وسیع کرو۔ لیکن جب آپ نے یہ نہیں لکھا اور نہ وصیت کے بغیر بھی لوگ جنت میں جا سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وصیت اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے ہے۔ اور اگر کسی وقت ۱/۱۰ حصہ کی قربانی اعلیٰ نمونہ کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں آگے اس وقت کے فقہا کیا فقاہت کریں گے یہ ان کی بات ہے۔

گو اس اعتراض پر مجھے خوشی ہوئی اگر یہ کسی نے کہا ہے۔ لیکن میں نے خود یہ معترض سے نہیں سنا۔ اس لئے بالکل قرین قیاس ہے کہ جس دوست نے مجھے یہ سنایا ہے ان کو سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے تو میں اعتراض کرنے والے کو

نصیحت کرتا ہوں

کہ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے منہ سے نکل جانے کے بعد انسان کو پچھتانا پڑتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کسی نے کہا تھا آپ نے انصاف کے ماتحت مال کی تقسیم نہیں کی۔ آپؐ نے فرمایا اگر میں نے انصاف نہیں کیا تو اور کون کر سکتا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ ہوں گے جو دین کو برباد کرنے والے ہوں گے قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا

کیا خطرناک انجام ہوا۔ جو کچھ معترض نے کہا ہے اس کا یہی مفہوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہم دین کے لئے زیادہ مانگتے ہیں۔ مگر یہ کونسی بری بات ہے۔ جو جائز تدبیر ہو وہ تو ثواب کا موجب ہے۔ مگر ایسی باتیں اپنے نتائج کے لحاظ سے قابل اعتراض . . . . . ہوتی ہیں گو اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہ ہوں۔ دیکھو

قرآن کریم میں آتا ہے

خدا تعالے مسلمانوں کو فرماتا ہے۔ تم رسول کو راعنا نہ کہو گو تمہاری نیت اس لفظ سے یہ نہیں ہے کہ تم رسول کی ہتک کرو۔ مگر یہ لفظ ہتک کرنے والا ہے۔ اگر تم اس لفظ کو استعمال کرو گے تو تم سے انعام چھین لے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کو انبیاء کے متعلق کس قدر غیرت ہوتی ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالےٰ کو اپنے انبیاء کی غیرت ہوتی ہے۔ گو ان کی ذاتی خوبیاں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ اور خلفاء میں ان کے مقابل پر کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ان میں انبیاء کی طرح معصومیت نہیں ہوتی مگر جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس کی غیرت کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے بھی ٹھوکر سے نہیں بچ سکے۔ تم میں سے اگر کسی کو

اپنے ایمان کی فکر

نہ ہو تو نہ ہو مگر مجھے ہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت جیسی سلامت ایمان والی مجھے ملی تھی اس سے بڑھ کر چھوڑ کر جاؤں میں

ایسے الفاظ اپنے منہ سے نہ نکالو جو خدا تعالےٰ کی غیرت کو بھڑکانے والے ہوں اور ایسی باتیں مت کرو جن کا تمہیں صحیح علم نہ ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ۔ کیا تم نے اس کا سینہ پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ میں کہتا ہوں ایک منافق کو جو حق اسلام دیتا ہے وہ خلیفہ کو بھی ضرور ملنا چاہیئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایک منافق جو تلوار سے جنگ کر رہا ہو وہ بھی اگر کہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کی بات کو قبول کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا دل چیر کر کسی نے نہیں دیکھ لیا۔ جب یہ ادنے ترین حق ہے جو اسلام منافق کو بھی دیتا ہے۔ تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ خلیفہ ہونے پر یہ حق کیونکر اس سے چھینا جا سکتا ہے۔ بس ایسی باتیں نہ کرو جن کا علم نہ ہو۔ پھر میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ

وصیت آزمائش ایمان کا ذریعہ ہے

وصیت پیمانہ ہے ایمان کو ناپنے کا۔ اور وصیت آئینہ ہے اپنی ایمانی شکل دیکھنے کا۔ میں اس کے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ میں تمہاری نسبت آتشِ کم ہوں۔ اس معاملہ کے متعلق۔ اور وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ابھی میں اصل مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ مجھے ابھی اس بارہ میں دوستوں سے مشورہ کرنا ہے۔ مگر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ہماری جماعت کے لوگوں میں

قربانی اور ایثار

کے جذبات پیدا کرے اور ہم اس کے قرب کو حاصل کر سکیں اور اس کے فضلوں کے وارث ہوں۔ (الفضل ۷/۹۱/۵)

سیکرٹریان تبلیغ کی توجہ کیلئے

ابھی گذشتہ ماہ میں جملہ سیکرٹریان تبلیغ اور جہاں پر سیکرٹریان تبلیغ مقرر نہیں ہیں وہاں پریذیڈنٹ صاحبان کو بذریعہ خطوط اسبات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ وہ باقاعدہ اپنی ماہوار تبلیغی رپورٹ دفتر ہذا میں بھجوا دیا کریں۔ اس سے قبل بھی بذریعہ خطوط و اخبار پریذیڈنٹ صاحبان اور سیکرٹریان تبلیغ کو اس اہم اور ضروری امر کی طرف متوجہ کیا جا چکا ہے۔ مگر افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ سوائے معدودے چند سیکرٹریان تبلیغ کے اکثر نے بار بار کے توجہ دلانے کے باوجود اس طرف دھیان نہیں دیا۔

میں ایک دفعہ پھر اس اعلان کے ذریعہ سیکرٹریان تبلیغ اور پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ وہ تبلیغ کے کام کو باقاعدگی سے شروع کر کے باقاعدہ اپنی کارگذاری کی ماہوار رپورٹ ارسال کیا کریں۔ تاکہ ہم اس فرض کو ادا کر کے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے پیغام کو دنیا تک پہنچا سکیں۔ اللہ تعالےٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار
مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

اسلام میں نجات کا آسان راستہ

(بقیہ صفحہ اول)

خدا کی رحمت کو انسان حاصل کرے گا۔ ہر بار کا درود ایک زبردست نیکی ہوگا۔ یہ لاکھوں اور کروڑوں نیکیاں اس کے حساب میں لکھی جائیں گی۔ اور جب نیکی وبدی کے حساب کا دن ہوگا تو ان بظاہر چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے باعث اس کے حساب میں جب لاکھوں اور کروڑوں اور اربوں اس قسم کی نیکیاں ہونگی تو اس کی نیکیوں کی میزان اتنی بھاری ہو جائے گی۔ کہ بدیاں، غفلتیں اور خطائیں حصولِ جنت میں روک نہ بن سکیں گی۔ بلکہ ان الحسنٰت یُذھبن السیاٰت کے مطابق اس کی بدیاں اور غلطیاں محو کر دی جائیں گی۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پوری طرح وضو کرنے کے بعد اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھے تو اسکے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اب مسجد جانے کی نیکی کے ساتھ وضو اور تشہد پڑھنے کی نیکی جو اتنی ہلکی ہے کہ ایک منٹ کے اندر انسان بڑی خوبی اور توجہ کے ساتھ پڑھ لیتا ہے۔ اگر صرف فرض نمازوں کو ہی ادا کیا جائے اور ان فرض نمازوں کے لئے وضو کیا جائے اور ہر وضو کے بعد یہ کلمات توجہ سے پڑھ لئے جائیں تو ایک ماہ میں ۱۵۰۰ نیکیاں ہو جاتی ہیں۔ اور ایک سال میں اٹھارہ ہزار اگر ہوش و حواس کی عمر پچاس سال کی بھی نصیب ہو جائے تو نو لاکھ نیکیاں بن جاتی ہیں۔ یہ اسلام کا کس قدر احسان ہے۔ انسان ایک طرف بے حد کمزور اور ناتواں کہ ہر وقت غلطی اور خطا کا مرتکب ہو جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی خطاؤں اور غلطیوں کے ازالہ کے لئے آسان، ارزاں اور چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے اس قدر راستے کھول دیئے ہیں۔ کہ آدمی کسی وقت بھی رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہو سکتا سوا اس کے کہ کوئی ازلی بدبخت ہو۔ ورنہ معمولی فکر و عقل کا انسان بھی تھوڑی سی توجہ سے اپنے لئے بے شمار نیکیوں کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے۔ وہ ان نیکیوں کی بدولت بے شمار خطاؤں اور کوتاہیوں کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔ اب وضو کے بعد یہ کلمات پڑھنے پر نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ خاص وقت لگتا ہے نہ بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن خدا کے محبوب اور رسالتماب کا یہ فرمان ہے۔ کہ جو کوئی ان کلمات کو بعد وضو پڑھے گا اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کلمتان خفیفتان علی اللسان کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان کے لئے ان کا ادا کرنا بڑا ہی آسان ہے ثقیلتان فی المیزان لیکن ثواب واجر کے میزان میں وہ بڑے بھاری ہیں بظاہر یہ کتنی چھوٹی سی بات ہے اور کتنی ہی معمولی نیکی ہے جس کے بجالانے کے لئے کوئی مشقت کوئی قربانی، کوئی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑتی۔ اور اگر تھوڑی سی بھی توجہ ہو تو انسان درجنوں کیا سینکڑوں بار ان کلمات کو پڑھ سکتا ہے۔ مگر خدا کا نبیؐ فرماتا ہے کہ بلحاظ وزن کے یہ بہت بھاری ہیں۔ پس جس شخص کی نیکیوں کے پلڑے میں یہ جواہرات ہوں گے اسکی ترازو کس قدر وزنی ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ کے اکثر صحابہ نے بیان فرمایا۔ اور ہم نے ان سے متعدد مرتبہ اپنے کانوں سے سنا کہ حضور بڑی کثرت سے ان پاکیزہ ہلکے پھلکے کلمات کو پڑھا کرتے۔ آپ ان کی قیمت سے واقف تھے۔ آپ کو معلوم تھا کہ خدا کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمودہ ہے کہ ان کا وزن بہت بڑا ہے۔ اور وہ کلمات یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

الغرض اس قسم کی متعدد ایسی چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں جن کو اگر ہم اپنی غفلت سے ضائع نہ کر دیں تو ایک بڑا ہی قیمتی ذخیرہ اپنی عاقبت کے لئے جمع کر سکتے ہیں۔ اور یہ ذخیرہ ایسا مبارک ہوگا کہ ہمیں خدا تعالےٰ کے حضور عزت و آبرو کی زندگی بخشے گا لیکن اگر ہم اس خیال میں بیٹھے رہیں کہ ہم تو کوئی بڑی نیکی ہی کریں گے، کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیں گے تو ہو سکتا ہے کہ اسی خیال میں وقت گذر جائے۔ اور کسی بدقسمتی سے بڑی نیکی کو بجا نہ لا سکیں اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں بڑی نیکی کے بجالانے کے خیال پر ضائع کر دیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو قیمتی موتی سمجھ کر دونوں ہاتھوں سے عزت و تکریم کے ساتھ لینے کی کوشش کریں اور توجہ کے ساتھ ان کی قدر و قیمت کو پہچان کر ان کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیں تو بڑے بڑے کارناموں کے بجالانے کی بھی توفیق مل جاتی ہے۔ بلکہ ان چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا انتا بڑا ذخیرہ بن جاتا ہے کہ خود اپنی ذات میں ایک بڑا عظیم الشان کارنامہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ان نیکیوں کو ادنیٰ خیال نہ کریں اور نہ انہیں چھوٹا سمجھ کر ضائع کریں۔ تا ہماری نیکیوں کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ ہو جائے کہ وہ ہماری عاقبت کو نیک بنانے کا موجب ہو جائے۔

(بشکریہ الفرقان ربوہ)

اسلام اور عیسائیت کا موازنہ

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (یوسف ۱۰۴) یہ قرآن مجید سب جہانوں کے لئے ہے قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف ۱۵۸) اے رسول تو کہہ دے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغام لیکر آیا ہوں۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ ۳) اب میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔

عیسائیت کا پیغام صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے تھا مسیح نے کہا کہ:-

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی ...... بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"

(متی $\frac{15}{24}$)

پھر لکھا ہے کہ:-

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دے کے کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا"

(متی $\frac{10}{5-6}$)

مسیحی تعلیم کے کامل نہ ہونے پر انجیل کا مندرجہ ذیل قول شاہد ہے۔ فرمایا:-

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا"

(یوحنا $\frac{16}{12-13}$)

دہم۔ اسلام کے نزدیک بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل اور کامل تر ہیں۔ مگر وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں۔ بہرحال انسان ہیں۔ اسی لئے وہ اپنی کامل انسانی زندگی میں ہم سب کے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ اور ہم سب ان کی اتباع و تقلید پر مامور ہیں۔ ان کی زندگی اپنی جامعیت کے باعث سب انسانوں کے لئے کامل نمونہ ہے۔

عیسائیت کے نزدیک حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔ اس لئے وہ ہمارے لئے قابلِ تقلید نمونہ نہیں ٹھہر سکتے اور نہ ہی ہم انسان ان کی پیروی کر سکتے ہیں۔ پھر ان کی اتفاقی زندگی میں شادی شدہ خاوندوں، صاحبِ اختیار انسانوں اور صاحبِ اولاد والدین وغیرہ طبقات انسانی کیلئے کوئی نمونہ نہیں۔ گویا جس طرح عیسائیت جامع اور کامل تعلیم پیش کرنے سے عاجز ہے اسی طرح اس کے پاس انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ بھی نہیں ہے۔

اسلام اور عیسائیت کے عقائد و نظریات میں یہ دس اصولی بنیادی فرق ہیں۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

(الفرقان جولائی ۱۹۶۱ء)

ولادتیں اور درخواست دُعا

۱- عزیزم مرزا حمید احمد کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے مورخہ $\frac{7}{61}$/۱۸ بروز اتوار پہلا فرزند عطا فرمایا ہے۔ مولود مسعود مرزا انذیر علی صاحب کا پوتا اور مرزا احسن بیگ صاحب کا نواسہ ہے۔ بچے کا نام مرزا حسیب احمد ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ اس کو نیک صالح اور خادم دین بنائے۔ آمین۔ خاکسار مرزا عبداللطیف درویش قادیان

۲- مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۶۱ء کو مکرم چوہدری محمود احمد صاحب مبشر درویش قادیان کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے تیسرا لڑکا عطا فرمایا نومولود کا نام منظور احمد رکھا گیا۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ عزیز کو لمبی عمر عطا فرمائے اور نیک اور خادم دین بنائے۔ آمین (ایڈیٹر)

۳- خواجہ محمد صدیق صاحب خانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ $\frac{7}{61}$/۲۹ کو لڑکا عطا فرمایا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے عزیز کا نام فرید احمد تجویز فرمایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ زچہ بچہ کو بخیریت رکھے اور مولود کو نیک صالح اور خادم دین بنائے۔ آمین۔ مکرم خانی صاحب نے مبلغ ۵/ روپے اعانت بدر کے لئے مرحمت فرمائے ہیں جزاہم اللہ تعالیٰ (ایڈیٹر بدر)

مسئلہ وفات و حیاتِ مسیحؑ اور انجمن اسلامیہ رانچی

از مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم رانچی

حرفِ آغاز

رانچی میں جناب مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ایک عظیم یادگار" انجمن اسلامیہ رانچی" اب تک قائم ہے۔ جس کی بنیاد مولانا موصوف نے اس وقت رکھی جب آپ بسلسلۂ "نظر بندی" رانچی میں مقیم تھے۔ اس انجمن کی تحویل میں کچھ جائداد از قسم عمارات ہائی اسکول و دینی مدرسہ اور مکانات و افتادہ زمین وغیرہ موجود ہے۔ جو مولانا کی جدوجہد کوشش اور نامور شخصیت کے باعث قائم ہوئی اور جس کا انتظام و انصرام موجودہ ممبرانِ انجمن کے ہاتھ میں ہے۔

مضمون ہذا میں ہم بانیٔ انجمن اسلامیہ رانچی" مولانا ابوالکلام آزاد اور انجمن کے حالیہ ممبر جناب حکیم محمد یوسف صاحب فاضل کی دو فیصلہ کن تحریرات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں ان دو معزز غیر احمدی علماء نے ایک مابہ النزاع اور معرکۃ الآراء عقیدہ "وفاتِ مسیح" کو برملا طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ عہدیدارانِ انجمن سے دردمندانہ اور ہمدردانہ اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کسی لومۃ لائم سے نہ ڈریں بلکہ جرأت اور بہادری کے ساتھ اس صداقت و حقیقت پر صاد کر کے مولانا موصوف کی سچی جانشینی کا ثبوت دیں۔

پس منظر

مشارالیہ تحریرات پیش کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اعلان "وفاتِ مسیح" کے پس منظر اور نفوذ و تاثیر پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے۔

——— چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں حکم و عدل حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے اطلاع پا کر جن عقائد کی اصلاح فرمائی ان میں مسئلہ حیات و وفات مسیح خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مسلمان اور عیسائی کسی قدر اختلاف کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدِ عنصری آسمان پر زندہ مانتے اور اسی حالت میں ان کی واپسی کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کا تعلق ان دو عظیم مذاہب سے ہے جن کے پیرو اپنی تعداد و توقیر کے اعتبار سے کرۂ ارض پر محیط و حاوی ہیں۔

ایک تاریخی اعلان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کی وحی اور الہام کی بناء پر آج سے ستر سال قبل جب "وفاتِ مسیح" کا اعلان فرمایا تو غیر احمدی علماء اور پادری صاحبان بلبلا اُٹھے۔ اور ایک تیز و تند آندھی کی طرح ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک طوفانِ مخالفت اُٹھ کھڑا ہوا۔ جس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم، احادیث صحیحہ و بائیبل اور تاریخ سے عقلی و نقلی دلائل و براہین کا ایک انبار لگا دیا۔ اور آسمانی نشانات سے ان کی مزید تائید و تصدیق فرمائی۔ لیکن چودھویں صدی کے علماء کے لئے ایک بات کا انکار کرنے کے بعد اقرار کر لینا ایک اَمرِ محال تھا۔ اس لئے اس مسئلہ اور اس کے متعلقات پر مناظروں اور مباحثوں کا ایک دور و تسلسل شروع ہو گیا۔ جس کے انجام کی نہایت پُرشوکت انداز میں تحدی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور پیشگوئی ان الفاظ میں نشاندہی فرمائی :۔

> "ہر ایک مخالف یہ یقین رکھے کہ وقت پر وہ جان کندن کی حالت تک پہنچے گا مگر حضرت عیسےٰؑ کو آسمان سے اترتا نہیں دیکھے گا۔ یہ بھی میری ایک پیشگوئی ہے جس کی سچائی کا ہر ایک مخالف اپنے مرنے کے وقت گواہ ہوگا۔ جس قدر مولوی اور ملّاں ہیں اور ہر ایک اہل عناد جو میرے مخالف کچھ لکھتا ہے وہ سب یاد رکھیں کہ اس امید سے وہ نامراد مریں گے کہ حضرت عیسےٰؑ کو آسمان پر سے اترتے دیکھ لیں۔ وہ ہرگز ان کو اترتے نہیں دیکھیں گے یہاں تک کہ بیمار ہو کر غرغرہ کی حالت تک پہنچ جائیں گے۔ اور نہایت تلخی سے اس دنیا کو چھوڑیں گے۔ کیا یہ پیشگوئی نہیں کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پوری نہیں ہوگی۔ ضرور پوری ہوگی پھر اگر ان کی اولاد ہوگی تو وہ بھی یاد رکھیں کہ اسی طرح وہ بھی نامراد مریں گے اور کوئی شخص آسمان سے نہیں اُترے گا۔ اور پھر اگر اولاد کی اولاد ہوگی تو وہ بھی اسی نامرادی سے حصہ لیں گے اور کوئی ان میں سے حضرت عیسےٰؑ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔"
>
> (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۵)

نفوذ و تاثیر

یہ پیشگوئی ستر سال سے نہایت شد و مد کے ساتھ پوری ہو رہی ہے اور ہر مخالف احمدیت اس حسرت کے ساتھ موت کو لبیک کہتا ہے کہ کاش حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُترتے۔ آہ! مگر وہ اترتے نہیں۔

علماء ظواہر نے بلاشبہ اس مسئلہ کی بنیاد پر خدا تعالےٰ کے مقدس مسیح و مہدی کی شدید مخالفت کی اور امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ اسے قرار دیا اور اسی بناء پر مباحثے اور مناظرے بھی ہوتے رہے لیکن غیر احمدی علماء کی تحریرات بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ بعض غیر احمدی علماء بھی مسئلہ وفاتِ مسیح کا لوہا مان چکے ہیں۔ اور دبی زبان میں بسا اوقات اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ اس فہرست میں احمدیت کے بعض بدترین مخالفین کا نام بھی آتا ہے۔ اور غیر متعصبین کا بھی۔ بطور مثال چار مشہور و معروف غیر احمدی علماء کی تحریرات درج ذیل ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بدترین مخالف تھے۔ آپ غازی محمود دھرمپالی کے اعتراض کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھ جانے سے خدا محدود المکان ثابت ہوتا ہے کا جواب دیتے ہوئے اپنی کتاب "ترک اسلام" کے ص۴۹ پر لکھتے ہیں:۔

> "حضرت عیسےٰ کے آسمان پر جانے سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ محفوظ جگہ جا پہنچے۔ اس سے بھی خدا کا محدود المکان ہونا کیونکر لازم آیا؟"

ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے تھے بلکہ اس ابتلاء کے موقعہ پر کسی محفوظ جگہ پر پہونچ گئے تھے تب باقی انبیاء کی طرح طبعی عمر پا کر وفات بھی پا چکے ہیں

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بجسدِ عنصری آسمان پر زندہ ثابت کرنے کے لئے غیر احمدی علماء کے نزدیک سب سے زوردار آیت بل رفعہ اللہ الیہ ہے۔ لیکن یہ ایک تصرفاتِ عجیبہ میں سے ایک الٰہی تصرف ہے۔ کہ مولانا مودودی جیسے احمدیت کے عدو مبین اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کی تصریح سے اجتناب اختیار کر لیتے ہیں۔ آپ اس آیت کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو اس مصرعہ کی پوری مصداق ہے۔ یعنی

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اور آخر میں خلاصۃً لکھتے ہیں کہ :۔

> "پس مناسب یہ ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے اور موت کی تصریح سے بھی۔"
>
> (تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی زیر آیت بل رفعہ اللہ الیہ)

علامہ اقبال

آج مجلس احرار کے "پاؤں تلے سے زمین" نہیں نکل گئی بلکہ یہ مرحومہ جماعت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کرتے کرتے خود ہی موت کا شکار بن چکی ہے۔ اس جماعت نے ۱۹۳۵ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک فیصلہ کن مخالفت کا بیڑا اُٹھا رکھا تھا۔ اور اس مخالفت کو ہوا دینے کے لئے اخبار "مجاہد" کا اجراء کیا۔ جس میں احمدیت کے خلاف مختلف اہلِ قلم حضرات کے مضامین میں شائع ہوتے رہے۔ اسی سلسلہ میں علامہ اقبال کا ایک مضمون بھی کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

> "جہاں تک میں اس تحریک کا مطلب سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا۔ کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"
>
> (مجاہد ۱۳ر فروری ۱۹۳۵ء)

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ اپنے دیباچہ تفسیر القرآن میں ایک پادری کا تذکرہ فرماتے ہیں جو متعدد پادریوں کے ساتھ قسمیں کھا کر انگلینڈ سے ہندوستان آئے تھے کہ پورے ہندوستان کو عیسائیت میں داخل کر لیا جائے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

> "مگر حضرت عیسےٰ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ثابت ہوا تب مولوی غلام احمد صاحب قادیانی

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور یادری اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے نصرانی کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک پادریوں کو شکست دے دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۳)

مندرجہ بالا چار حوالہ جات میں وفات مسیحؑ کا اعتراف اور اس مسئلہ کی اہمیت و ضرورت اور معقولیت کا اظہار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کی تصریح سے اجتناب کیا گیا ہے۔ البتہ دبی زبان میں۔ لیکن اب دن بدن یہ مسئلہ زیادہ واضح ہو رہا ہے اور جگہ جگہ غیر احمدی علماء وفات مسیحؑ کا اقرار و اظہار کر رہے ہیں۔ بعض علماء نے اپنی تحریرات میں بھی واضح الفاظ میں وفات مسیحؑ کا اقرار کر لیا ہے اور یہ ایک خوشکن امر ہے۔ جامع ازہر مصر اور دوسرے مغرب ممالک میں بھی وفات مسیحؑ کے فتاویٰ بعض علماء نے دیئے ہیں بخوف طوالت سردست ہندوستان اور پاکستان کے دو نامور علماء اور رانچی کے ایک فاضل صاحب کی تحریرات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا غلام احمد پرویز

مولانا موصوف رسالہ طلوع اسلام کے ایڈیٹر اور مخالفین احمدیت کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے حال ہی میں ایک تصنیف "شعلۂ مستور" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات اور صلیبی موت سے نجات پر ایک طویل بحث پیش کی ہے۔ اور اس میں اکثر انہی دلائل کو دہرایا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائے تھے۔ اس بحث کے آخر میں خلاصۃً مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"وفات | تصریحات بالا سے یہ حقیقت سامنے آگئی کہ قرآن کریم نے کس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کے اس خیال اور باطل عقیدہ کی تردید کر دی ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب دیا گیا تھا۔ باقی رہا عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ آپ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے تو قرآن سے اس کی بھی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے دوسرے رسولوں کی طرح اپنی مدت عمر پورا کرنے کے بعد وفات پائی۔ سورۂ آل عمران کی جو آیت اوپر درج کی جا چکی ہے اس میں وفات کا ذکر صاف طور پر موجود ہے۔"

(شعلۂ مستور صفحہ ۹۲)

مولانا ابو الکلام آزاد

مولانا آزاد مرحوم نے مسئلہ وفات مسیحؑ اور احمدیت کی تعریف و توصیف میں جو مسلک اختیار کر رکھا تھا وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ متعدد مرتبہ غیر احمدی حضرات نے پہلو بدل بدل کر آپ پر سوالات کئے اور آپ بھی پہلو بدل بدل کر ان کے جوابات دیتے رہے۔ تاہم آپ ــــــ اپنی عمر کے آخری حصہ میں جبکہ آپ ہندوستان کے وزیر تعلیم تھے اور ہندوستانی مسلمانوں پر ایک انقلاب عظیم بھی آچکا تھا ــــــ ایک استفسار کے جواب میں بالتصریح وفات مسیحؑ کا اظہار فرمایا۔ استفسار مع جواب درج ذیل ہے :-

"۲۶ اپریل سنہ ۱۹۵۷ء

جناب مولانا ابو الکلام آزاد صاحب مد فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ابھی مولانا آپ کی اپنے ہاتھ کی تحریر دیکھے ہوئے مدت ہو گئی آنکھوں کو انتظار نے بیمار کر دیا براہ عنایت ایک کتاب مدلل اور مفصل ایسی لکھ دیں جس کے بعد روز روز آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کسی تردید کی ضرورت پیش نہ آئے۔ کیا معنی یہ مرزائی لوگ آپ کی طرف مختلف معاملات منسوب کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض حوالہ جات بھی دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً تذکرہ وکیل وغیرہ کبھی کہتے ہیں مولانا وفات مسیح کے قائل ہیں کبھی کہتے ہیں مولانا نے مرزا صاحب کی تعریف کر دی ہے۔ براہ کرم ایسی فیصلہ کن کتاب لکھ دیں کہ پھر لوگوں کی جرأت نہ رہے۔ اور اس میں یہ بھی درج فرماویں کہ اس کے ذریعہ تمام پرانی تحریریں منسوخ ہیں۔ اور پرانے خیالات بھی تاکہ پرانی باتوں کے ذکر کی گنجائش نہ رہے جینو اد توجروا

المستکشف (ڈاکٹر) انعام اللہ

خلق ساواری بیسٹ نمبر ۳۰۱ اکرچہ نوشی محمد تربستان"

جواب

"وفات مسیحؑ کا ذکر خود قرآن میں ہے مرزا صاحب کی تعریف یا برائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لئے کہ جو

تُو برا ہے تو بھلا ہو نہیں سکتا اے ذوق
وہ برا خود ہے کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے

(ملفوظات آزاد صفحہ ۱۳۰)

اس تحریر میں مولانا موصوف نے بالتصریح وفات مسیحؑ کا اقرار کیا ہے اور اسے قرآن کریم کی طرف منسوب فرمایا ہے "انجمن اسلامیہ رانچی" کے اراکین سے بالعموم اور عہدیداران سے بالخصوص ہماری ہمدردانہ اپیل ہے کہ وہ اس تحریر کو بغور اور بار بار پڑھیں اور انجمن کے قابل احترام بانی کے اس فیصلہ کا احترام فرمائیں اور وفات مسیحؑ کے متعلق ایک متفقہ ریزولیوشن پاس کر کے مولانا کی جانشینی کا ثبوت دیں تا اس علاقہ میں پھیلے ہوئے عیسائی منادوں پر اسلامی عقائد کی برتری ثابت کرنے کے لئے ہم سب متحد ہو جائیں۔

جناب حکیم محمد یوسف فاضل

محترم حکیم محمد یوسف صاحب فاضل شمسی ایک بااخلاق اور نیک مزاج مسلمان ہیں۔ آپ مولانا آزاد مرحوم کے مداح، معترف اور انجمن اسلامیہ رانچی کے ممبر بھی ہیں۔ اپر بازار میں آپ کا مطب ہے۔ آپ نے مہینوں تبادلہ خیالات کے بعد اسی سلسلہ میں ایک تحریر دی ہے جو درج ذیل ہے :-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات یا وفات سے دین اسلام میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔ آیات قرآنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلالت کرتی ہیں۔ بہت سارے علماء وفات مسیح کے قائل ہیں۔ میں بھی وفات مسیح پر عقیدہ رکھنے والے کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتا۔ میرے خیال میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے۔"

(دستخط حکیم محمد یوسف آروی شمسی)

حرف آخر

میں سمجھتا ہوں کہ انجمن اسلامیہ رانچی کے قابل احترام عہدیداران اگر تقویٰ اللہ، سنجیدگی، وسعت نظری اور قلبی پاکیزگی سے کام لیں۔ تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں گے جس پر انجمن مذکورہ کے بانی مولانا آزاد مرحوم اور اس کے نیک طبع ممبر حکیم محمد یوسف صاحب فاضل پہنچے ہیں۔

انجمن اسلامیہ رانچی کے معزز عہدیداران سے ہماری عاجزانہ درخواست و اپیل ہے کہ وہ اس صداقت کا جرأت مندانہ اظہار و اقرار فرماویں تاکہ اس علاقہ میں پھیلے ہوئے عیسائی منادوں کے سامنے عیسائیت کے مقابل پر عقائد اسلامی کی برتری ثابت کرنے کے لئے ہم سب متحد ہو جائیں۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ

(البقرۃ ع ۳۹)

جسم کو مل مل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھوئے وہی ہے پاک نزد کردگار

وما علینا الا البلاغ

بخدمت محترم محمد حبیب صاحب جنرل سیکرٹری انجمن اسلامیہ رانچی

نقول بخدمت :-

۱۔ خان بہادر حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اعظم رانچی بغرض اطلاع
۲۔ جناب محمد رفیق صاحب صدر انجمن اسلامیہ رانچی بغرض اطلاع
۳۔ جناب سید شفیق احمد صاحب ایڈیٹر دی سینٹینل رانچی بغرض اطلاع
۴۔ جناب مولانا صوفی جمالی صاحب فاضل قاضی شہر و صدر جمعیۃ العلماء رانچی بغرض اطلاع
۵۔ جناب مولانا نعمت اللہ صاحب بھاگلپوری فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد رانچی بغرض اطلاع
۶۔ جناب مولانا عبد الغنی صاحب فاضل رکن جماعت اسلامی رانچی بغرض اطلاع
۷۔ جناب مولانا مشتاق احمد صاحب فاضل دیوبند رانچی بغرض اطلاع
۸۔ جناب مولانا نظام الدین صاحب فاضل خطیب مسجد ڈاکٹر فتح اللہ روڈ رانچی بغرض اطلاع
۹۔ جناب حافظ ضمیر الدین صاحب میونسپل کمشنر رانچی بغرض اطلاع
۱۰۔ جناب حکیم محمد یوسف صاحب فاضل اپر بازار رانچی بغرض اطلاع

خاکسار
قریشی عبد الحق مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ رانچی

درخواست دعا

میری بھانجی رجب بی اجو میٹرک کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن پاس ہو گئی ہے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس کامیابی کو ان کی آئندہ زندگی کیلئے برکت کا موجب بنائے۔ آمین۔ اس خوشی میں اخبار بدر کی اعانت کیلئے دو روپے ارسال خدمت ہیں۔ نیز میرے خالہ زاد بھائی غلام رسول بٹ ایک مہینے سے سرینگر ہسپتال میں بیمار ہیں ان کی شفایابی کیلئے تمام بزرگوں اور درویشان قادیان سے خاکی درخواست ہے۔ خاکسار عبد الکریم سوزی از کلکتہ

شہری آبادی کی حدبندی

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

پولیس کمشنر بمبئی کی رپورٹ کہ بمبئی شہر میں ہر تیسرے دن ایک قتل ہوتا ہے۔ ٹریفک حادثات الگ ہیں جو ہر ماہ اوسط پانچ سو ہوتے ہیں۔ ان میں تیس کے قریب جان بحق ہوتے ہیں۔ یہ بھی اس صورت میں جب انشورنس کمپنی کا یہ ریمارک ہے کہ بمبئی کے موٹر ڈرائیور موٹر گاڑی چلانے میں اور ٹریفک پولیس ٹریفک پر کنٹرول کرنے میں ملک بھر میں بے نظیر ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیے کہ دوسرے شہروں کی طرح بمبئی میں سائیکل رکشا۔ ہاتھ رکشا۔ ٹم ٹم اور تانگے نہیں ہیں۔ یہاں موٹر کے سوائے صرف ٹاؤن بس۔ ٹرام ٹیکسی اور وکٹوریہ ہیں۔ ان میں سے بھی اب ٹرام اور وکٹوریہ کے متعلق کارپوریشن کی تجویز ہے کہ یہ سروسیں بند کر دینی چاہئیں چنانچہ دن بدن ان کی تعداد میں کمی آ رہی ہے۔ ہاں اس کے علاوہ بجلی کی لوکل ٹرین بھی ہے۔ جس کی تین لائنیں شہر کے بیچ سے گذرتی ہیں۔ جن پر روزانہ ۸ سو گاڑیاں آتی جاتی ہیں۔ ان لوکل ٹرینوں کے حادثات میں بھی کچھ اضافہ ہوا ہے۔ اور روزانہ ایک آدمی ان ٹرینوں سے ضرور ہلاک ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ چوری۔ جیب تراشی اغوا اور جبری عصمت دری کے واقعات بھی روزانہ ہوتے رہتے ہیں۔ دھوکہ دہی کے قصے بھی آئے دن سننے میں آتے ہیں۔ جن میں دھوکہ دینے والے اپنی بہترین ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ خودکشی کے واقعات ان سے سوا ہیں۔ اور قانون نشہ بندی کی خلاف ورزی کا کیا کہنا۔ پہلے تو لوگ گھروں یا اپنے اڈوں میں بیٹھ کر شراب پیتے تھے مگر اب تو گندے نالوں میں بیٹھ کر یہ شغل فرماتے ہیں۔ اور حوادث وجرائم پر قابو پانے کے لئے ہر وقت پولیس کی گاڑیاں شہر میں گشت کرتی رہتی ہیں۔ اور پولیس کے بڑے بڑے دستے تیار کھڑے رہتے ہیں۔ سمندر میں مجرموں کا تعاقب کرنے کے لئے مسلح پولیس کی لانچ الگ ہوتی ہے۔

پھر اسمگلنگ کرنے والوں کی بابت رپورٹ بھی پڑھیے۔ ہر ماہ لاکھوں روپے کے مال پکڑے جاتے ہیں۔ وہ الگ ہیں۔

پھر ایک مسئلہ رہائش کا بھی ہے آج کل گریٹر بمبئی میں کم سے کم سات لاکھ آدمی فٹ پاتھ پر سوتے ہیں۔ اور گھروں کی رہائش کا یہ حال ہے کہ بعض جگہ ۶×۶ کے کمرے میں دس آدمی رہتے ہیں۔ فرش پر جگہ نہیں ملتی ہے تو دیوار میں بکس بناتے ہیں۔ اور اس پر سوتے ہیں۔ کتنے نوجوان ہیں جو مکان نہ ملنے کے باعث شادی سے گریز کرتے ہیں۔ اور کتنے ایسے ہیں جنہوں نے اسی آس میں اپنی جوانی گنوا دی۔

ایک نووارد آدمی یہاں یہ بہت جلد محسوس کر لیتا ہے کہ بعض وہ واقعات جن پر دوسرے شہروں میں کھلبلی مچ جاتی ہے یہاں آئے دن ہوتے ہیں مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ موٹر کا کوئی حادثہ ہوگا۔ آدمی کچل جائے گا مگر کمرے کے بیٹھنے والے اسے ایک معمولی واقعہ سمجھ کر دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کریں گے تا آنکہ پولیس آئے گی۔ اور اسے اٹھا لے جائے گی۔ بعض اوقات غنڈے کسی عورت یا مرد کو گھیر لیتے ہیں۔ دن دہاڑے لوٹتے ہیں۔ سبھی دور سے یہ تماشہ دیکھتے ہیں۔ اور منہ پھیر پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ جس سے یہاں کے غنڈوں کے حوصلے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اگر دوسرے شہر میں ایسا ہو تو سارے اڑوس پڑوس کے لوگ اس پر پل پڑیں گے اور پھر غنڈوں کو ایسی غنڈہ گردی کی جرأت نہیں ہوگی۔

اس کے علاوہ یہاں کچھ یونین والے ہیں جو مہذب طور پر شہری زندگی میں خلل ڈالتے رہتے ہیں۔ آج ٹاؤن سروس بند کرا دی تو کل ہوٹل بند کرا دیا۔

اس کے علاوہ یہاں ایک اور طبقہ ہے جو مغربی طرز کی زندگی گذارتا ہے ان کے عشرت کدوں کی داستان بہت طویل ہے۔

بمبئی کا جو یہ ماحول ہے اس کی وجہ صرف آبادی کی کثرت ہے۔ اس وقت گریٹر بمبئی کی آبادی ۴۲ لاکھ ہے۔ یہ ایک جزیرہ ہے۔ اس میں پھیلنے کی گنجائش کم ہے۔ اس لئے مکان بنانے والے منزل پر منزل بناتے ہیں۔ اور انہیں بلڈنگوں میں لوگ اوپر تلے رہتے ہیں۔ صبح اور شام یہاں کی سڑکیں لوکل ٹرینوں کے اسٹیشن اور بس اسٹوپ قابل دید ہوتے ہیں۔ ہر جگہ آدمیوں کی ریل پیل ہوتی ہے۔ کندھے سے کندھا چھلتا ہے۔

اس کثرت آبادی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ عام آبادی کے سامنے انسانیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جو نوجوان گھر سے یہاں آ جاتا ہے۔ اگر توفیق الٰہی ساتھ نہ ہو تو پھر لوٹ کر گھر نہیں جاتا۔ یہاں میں نے بڑے بڑے دیندار خاندان کے نوجوانوں کو قابل رحم حالت میں دیکھا ہے۔ گھر کی زندگی پر یہاں کی زندگی کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہاں کے ماحول میں انسان بہت آزادی محسوس کرتا ہے۔ یہاں پولیس کے علاوہ اور کسی کے مواخذہ وگرفت کا خوف نہیں ہوتا۔ وطن میں تو گھر اور پڑوس والے بھی جرح کرتے ہیں۔ مگر یہاں پولیس کے علاوہ غلطی پر کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ اس لئے آزادانہ یہاں کا ماحول اتنا دلفریب ثابت ہوتا ہے کہ لوگ گھر کا کام بھی بھول جاتے ہیں۔ اور یہاں اخلاقیات کا کوئی واضح تصور نہیں ہے۔ اس لئے ہر آدمی اپنی مرضی کی زندگی گذارنے میں آزاد ہوتا ہے۔

آجکل جو لوگ اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شہری آبادی کی کچھ حد مقرر ہونی چاہیئے۔ بے تحاشا آدمیوں کا ایک جگہ اکٹھا ہو جانا ضمیر ذمہ داری کی فضا پیدا کر دیتا ہے اس سے انسانیت کا تصور مسخ ہو جاتا ہے اور اخلاقی نظریے بگڑ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال کے تذکرے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے سفر میں اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی سے اس موضوع پر بات کی تھی۔ اور انہیں مشورہ دیا تھا کہ شہری آبادی کی ایک حد مقرر ہونی چاہیئے۔ اقبال نے اس کو اسلامی نظریہ قرار دیا تھا۔ واقعی یہ نظریہ بہت مفید ہے۔ ہماری نسل کی تربیت میں شہر کی پلاننگ کا بھی بڑا حصہ ہے ہماری حکومت کو بھی چاہیئے کہ وہ شہر کی پلاننگ کے وقت ہماری نسل کی تربیت کا بھی خیال رکھے۔

جمشید پور میں جلسہ یوم خلافت

امسال بعض وجوہات کی بناء پر جلسہ یوم خلافت ۴؍جون ۱۹۶۱ء کو منایا گیا۔ جلسہ کی کارروائی زیر صدارت مکرم جناب محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر بعد نماز مغرب عمل میں آئی۔ سید احتشام الدین احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور عزیزم سید ہمام الدین سلمہ نے نظم پڑھی۔ اس کے بعد خاکسار نے جلسہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے احباب جماعت کو احمدیت کے صحیح معنوں میں اپنانے کے لئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح سے ایک اہم عبارت پڑھ کر سنائی۔ اور دوستوں کو بتایا کہ چند باتوں کو مان لینے سے ہم احمدی نہیں بن جاتے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشاء تھا کہ ہماری ہستی پر پورا پورا انقلاب آ جائے۔ اس کے بعد خلافت کی اہمیت کو واضح کیا۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین کا مضمون خلافت اسلامیہ پڑھ کر سنایا۔ اور اہم مقامات کی تشریح بھی کی۔

اس کے بعد مکرم عبدالمجید صاحب امیر مقامی نے خلافت کی ضرورت واہمیت کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے خلافت احمدیت کی ابتدائی تاریخ اور خلافت ثانیہ کے قائم ہونے کے وقت مخالف عنصر کا خلافت کے خلاف کوششوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا خلافت نبوت کا تتمہ ہوتی ہے۔ خلافت نبی کے کام کی تکمیل کرتی ہے۔ اور اس کو پروان چڑھاتی ہے

اس کے بعد محمد احمد صاحب سیکرٹری مال نے خلافت کی تعریف اور ضرورت پر تقریر کی اور بتایا کہ جب نبی کی وفات کے بعد تمام مخالف طاقتیں مقابل پر آ جاتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ سلسلہ کو نابود کر دیں تو اللہ تعالیٰ خلافت کے ذریعہ گرتی ہوئی جماعت کو سنبھالتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جو مومنوں سے کیا گیا ہے پورا ہوتا ہے بشرطیکہ ہم ایمان وعمل صالح پر گامزن رہیں پھر آپ نے نبی اور خلیفہ کے کام کی مشابہت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خلیفہ کا کام وہی ہوتا ہے جو کہ نبی کا ہوتا ہے خلیفہ نبی کے کاموں کی تکمیل کرتا ہے۔

آخر میں صاحب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں بتایا کہ حضور کے خطبہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب خلافت کے انتخاب میں اہلیت کو نظر انداز کر کے دنیاداری درمیان میں آ جاتی ہے۔ تو ہم خلافت کے حقدار نہیں رہتے۔ مگر جماعت سلسلہ کیلئے ایک رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر سلسلہ چل نہیں سکتا۔ خلافت سے نظام مضبوط ہوتا ہے اور جماعت ترقی کرتی ہے یہی ہماری ترقی کا راز ہے کہ ہم دنیا میں کامیاب ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت شامل حال ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ خلافت کی اہمیت کو اپنی آئندہ نسلوں پر واضح کرتے رہیں تا یہ انعام قیامت تک ہمارے ساتھ چلتا چلا جائے۔

بعد ازاں قریباً ساڑھے آٹھ بجے دعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

سید حمید الدین احمد سیکرٹری تبلیغ جمشید پور

لجنہ اماء اللہ بنگلور کی طرف سے جلسہ یوم خلافت

لجنہ اماء اللہ بنگلور کی طرف سے جلسہ یوم خلافت مورخہ ۴؍جون ۱۹۶۱ء محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ کے مکان میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد پہلے نمبر پر مضمون "اسلام میں خلافت کا نظام" مکرمہ سلیمہ خاتون صاحبہ نے پڑھ کر سنایا۔ دوسرے نمبر پر مکرمہ میمونہ بیگم صاحبہ نے مسئلہ خلافت پر ایک مضمون

پونچھ میں محرم کا جلوس اور بعض متلاشیانِ حق کے ساتھ تحقیقی گفتگو

پونچھ ۱۲۴ رجون ۱۹۶۱ء محرم کی دسویں تاریخ کو متعدد دیگر مقامات کی طرح یہاں بھی ماتمی جلوس نکلا عقیدت مندوں نے سینہ کوبی ۔ مرثیہ خوانی حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے تذکرہ پر دلسوز تقاریر کیں. اختتام پر ڈیڑھ درجن کے قریب تعلیمیافتہ دوست میرے ساتھ ہولئے اور میری رہائش گاہ پر پہونچکر اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے آج تقریر کرنے سے کیوں احتراز فرمایا ۔ حالانکہ سٹیج پر سے آپ کو مدعو بھی کیا گیا ۔ جبکہ پہلے آپ محرم کے جلوس میں ہمیشہ تقریریں کرتے آئے ہیں"۔

ان کا دوسرا سوال یہ تھا کہ "کیا یہ صحیح ہے کہ آپ حسین علیہ السلام کی توصیف بیان کرنا ناجائز سمجھتے ہیں"۔ تیسرے نمبر پر اُنہوں نے دریافت کیا کہ شرعی نقطۂ نگاہ سے ایسے ماتمی جلوس کی کیا پوزیشن ہے؟

اول الذکر سوال کا مختصر جواب دیتے ہوئے میں نے کہا کہ امسال با اعلان کردہ پروگرام میں محض مجھ سے مذہبی عناد کیوجہ سے ایک ذمہ دار شخص کی کوشش سے میرا نام حذف کر دیا گیا ۔ مگر دوران جلسہ میں محض سامعین کے اصرار پر مجھے سٹیج سے ہی تقریر کی دعوت دی گئی ۔ جسے بعض مجبوریوں کی بناء پر قبول نہ کیا جاسکا

دوسرے سوال کے جواب میں عرض کیا گیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعریف و توصیف اور آپؓ کے بلند مقام کو اور آسوۂ حسنہ کو جماعت احمدیہ قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے ۔ چنانچہ مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تالیفات اس پر شاہد ہیں ۔ اس موقعہ پر میں نے اپنی الماری سے ایک کتاب نکال لی اور بطور نمونہ ان دوستوں کے سامنے حضرت اقدس کا حسب ذیل اقتباس پڑھ کر سنایا ۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا ۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے ۔ اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے ۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے ۔ اور اس امام کا تقوےٰ اور محبت اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنیوالے ہیں جو اس کو ملی تھی ۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے ۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقوےٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے ۔ جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش ۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر؟ مگر وہی جو انہی میں سے ہے ۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی"

(تبلیغ رسالت ... صفحہ ۲۳۷)

اب آپ غور فرمائیں کہ حضرت اقدسؑ نے نہ صرف حسین علیہ السلام کی تعریف کی ہے ۔ بلکہ آپ کی سیرت کے تمام پہلوؤں کو سراہا ہے ۔ آل رسولؐ سے حضورؑ کی والہانہ عقیدت و محبت اس سے ظاہر ہے حضورؑ نے نہایت واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

پس احمدیہ نقطۂ نگاہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام نہایت مقدس انسان تھے ۔ مگر اس عقیدت مندی میں غلو سے کام نہ لیتے ہوئے ہم صرف وسطی طریق ہی اختیار کرتے ہیں

تیسرے سوال کے جواب میں عرض کیا گیا ۔ محکم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں افسوس ہے کہ موجودہ تعزیہ داری درست نہیں سمجھی جاسکتی ۔ مسلمان ہونے کی صورت میں ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ جملہ دینی امور میں اپنے نبی برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرے ۔ اور مصائب و مشکلات میں جو نمونہ حضورؐ نے دکھایا ہے اُسی کا پابند رہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اظہار غم کے طور پر حضرت حمزہ رضؓ کے متعلق لا بواکی لہٗ ۔ فرمایا تو انصار عورتوں نے ان پر رونا شروع کر دیا ۔ حضور کو علم ہوا تو فرمایا ارجعن یرحمکن اللہ ولا یبکین علیٰ هالك بعد الیوم ۔ یعنی ان کو کہہ دو کہ واپس چلی جائیں ۔ اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر ہرگز نہ روئیں"۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۰)

ممکن ہے کہ اہل تشیع حضرات مسند کی اس روایت کو حجت نہ سمجھیں تو ان کی اپنی کتاب تفسیر الصافی میں بھی مرقوم ہے کہ

"تم چہروں پر طمانچے نہ مارنا نہ نوچنا نہ کپڑے پھاڑنا نہ سیاہ کپڑے پہنا کرنا نہ ہلاکت کی بددعائیں کرنا"۔

(تفسیر الصافی صفحہ ۳۱۱ سورۃ الممتحنہ)

عجیب اتفاق ہے کہ یہ ہدایات آنحضرت صلعم نے عورتوں سے بیعت لیتے وقت عہد کے طور پر دی ہیں ۔ مگر باوجود ان صریح ارشادات کے آج انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ اہل تشیع کی کتب میں اس قسم کی تعزیہ داری کے احکام بھی مندرج ہیں ۔ چنانچہ تفسیر القمی صفحہ ۶۷۲ میں یہ حدیث بھی مرقوم ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

النياحة من عمل الجاهلية

کہ نوحہ کرنا جاہلیت کا کام ہے۔

نیز حضورؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بھی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے شہید ہونے پر فرمایا کہ

"اس پر واویلا نہ مچانا" اور نہ ہی دیگر کلمات واشکال وغیرہ کہنا" (من لا يحضره الفقيه صفحہ ۵۶)

بلکہ مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو بال نوچنے سے اور گریبان پھاڑنے وغیرہ سے روکا ہے (حیاۃ القلوب صفحہ ۶۵۳)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال سے بھی یہی کچھ ثابت ہوتا ہے نہج البلاغہ مشہدی جو کہ اہل تشیع کے نزدیک معتبر ہے ۔ میں صریح حکم ہے کہ

"جو مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اس کا اجر باطل ہوگیا"۔

الغرض روایات کی روشنی میں مرّوجہ تعزیہ داری کا جواز نہ تو سنّتِ رسول اللہ صلعم سے ملتا ہے اور نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا آئمہ اطہار حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مشہود ہے ۔ میں نے اکثر دوستوں سے بار بار استفسار کیا کہ آپ مجھے اس قسم کی تعزیہ داری کی بجا آوری کا ایک ہی حکم نبی اکرم صلعم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام جعفر صادق رضؓ کا دکھا دیں ۔ اہلِ تشیع میں سے بہت سے میرے گہرے دوست ہیں ۔ وہ اب بھی وقتاً فوقتاً میرے پاس آتے ہیں ۔ میرے دل میں ان کی عزت بھی ہے مگر وہ بھی ایسا حوالہ دکھانے سے اب تک قاصر ہیں ۔

میں نے کہا کہ احمدیت کی تعلیمات اور دیگر تحقیقی کتب کے مطالعہ سے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اہل تشیع کے یہ امام جو کہ حقیقت میں خدا رسیدہ ولی اللہ راستباز اور عاشقِ مصطفےٰ ہیں اور ان کا ہم سے بہتر ہیں ۔ اُن کو نبی اکرم صلعم کی کامل پیروی کا فخر حاصل تھا ۔ ان کے نزدیک اگر مرّوجہ تعزیہ داری جائز ہوتی ۔ تو وہ صرف ماتم حسین رضؓ تک اس چیز کو محدود نہ کرتے بلکہ وہ دنیا کے بزرگ ترین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم شہادت کو بھی اسی طرح مناتے خدا انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے ۔ اُنہوں نے شرعی امور میں بھی اپنے فرائض منصبی کو احسن طریق پر نبھایا ۔

میرے مستفسرین میرے ان جملہ جوابات کو سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے کسی بھی جلسہ میں اس حقیقت کے انکشاف کرنیکی اعلانیہ دعوت دی ۔
خاکسار محمد صدیق فانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ

لازمی چندہ جات کی ادائیگی

دیگر چندوں پر مقدم ہے

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہونا چاہیئے کہ چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندے ہیں جن کی بنیاد خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی اور ان کی باقاعدہ ادائیگی کے متعلق حضور نے یہاں تک تاکید فرمائی کہ

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہ سکتا۔"

گویا کہ تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرنے والے کے متعلق اس قدر انذار ہے کہ وہ سلسلہ بیعت سے کٹ کر حصار احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ عرصہ کئی ماہ یا سال سے چندہ نہ دیتا ہو ایسا شخص خود اپنے انجام کے متعلق قیاس کر سکتا ہے

لازمی چندہ جات کی فرضیت اور اہمیت کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے بھی سنہ ۱۹۳۴ء میں مطالبہ تحریک جدید کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

"تحریک میں انہی لوگوں کا چندہ لیا جائے گا جو اپنے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے ہر وہ شخص جس کے ذمہ (لازمی) چندوں میں سے کچھ بقایا ہے یا ہر وہ جماعت جس کے چندوں میں سے کچھ بقائے ہوں۔ وہ فوراً اپنے بقائے پورے کریں۔ اور آئندہ کے لئے چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کا نمونہ دکھائیں جو جماعتیں میرے اس حکم کے مطابق اپنے بقایوں کو ادا کرتے ہوئے فریضہ چندوں میں باقاعدگی کریں گی۔ میں سمجھوں گا کہ اُنہوں نے اپنے اقرار کو پورا کیا اور آئندہ کی جدوجہد میں ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے"۔

اسی خطبہ میں آگے چل کر حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ

"آج وہی شخص اس جنگ یعنی تحریک جدید کے مطالبات میں شامل ہوگا جو اپنے بقایوں کو بے باق کر کے آئندہ کے لئے فریضہ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی کرے گا"

جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء پر بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:-

"تحریک جدید کو ہم کتنی ضروری چیز قرار دیں یہ لازمی بات ہے کہ اگر اس تحریک کا اثر پہلے کاموں پر پڑے تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اگر ہم ہر دلعزیز بننے والا کام کریں تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ تحریک جدید میں صرف انہی لوگوں کا چندہ لیا جائے گا جو اپنے لازمی چندوں کے بقائے ادا کریں گے اور مستقل چندہ بھی پوری طرح دیں گے"۔

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ان واضح ہدایات کے باوجود کوئی شخص ان فرضی چندوں کو نظر انداز تو نہیں کر رہا۔ کیونکہ اس وقت جماعت کے سامنے بعض اور ضروری تحریکات بھی ہیں۔ مثلاً تحریک جدید، وقف جدید، چندہ نشر و اشاعت، درویش فنڈ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام تحریکات بھی اگرچہ نہایت ضروری ہیں۔ لیکن لازمی چندہ جات کے مقابلہ میں یہ ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ جماعت کے لازمی چندے ہیں۔ اور سب سے اہم اور مقدم ہیں۔ ممکن ہے بیک وقت متعدد تحریکات میں حصہ لینے کی وجہ سے کوئی شخص ادائیگی لازمی چندہ جات میں تغافل اختیار کرے۔ لیکن ایسے شخص کی مثال وہی ہوگی جس طرح کہ کوئی شخص فرض نماز ترک کر کے کثرت نوافل میں مشغول ہو جائے۔ یا رمضان کے روزے تو نہ رکھے اور نفلی روزوں پر زور دینا شروع کر دے۔ لیکن جس طرح ایسا کرنا بجائے فائدہ کے انسان کو قابلِ مواخذہ بناتا ہے۔ اسی طرح دیگر طوعی تحریکات کی بنا پر فرضی چندوں میں سستی اور غفلت اختیار کرنا خدا تعالےٰ کے نزدیک مستحسن نہیں۔ البتہ جس طرح ادائیگی فرائض کے بعد نوافل یقینی طور پر ترقی درجات اور قربِ الٰہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اسی طرح لازمی چندہ جات میں باقاعدگی کے ساتھ ساتھ دیگر تحریکات میں حصہ لے کر مالی قربانی کا بہترین نمونہ پیش کرنا خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہوتا ہے۔ اور سلسلہ احمدیہ کی موجودہ ضروریات اس کی متقاضی ہیں کہ احباب جماعت لازمی چندہ جات بصد فیصدی ادائیگی کے علاوہ سلسلہ کی دیگر مالی تحریکات میں بھی اپنا قدم آگے بڑھا کر اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

امید ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران لازمی چندہ جات کے تقدم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی اپنی جگہ وصولی چندہ جات کا محاسبہ کریں گے اور اپنی جماعتوں کے بقایا داران افراد کی تربیت و اصلاح کی طرف فوری توجہ دیں گے۔ موجودہ مالی سال کے دو ماہ گذر چکے ہیں اور ابھی متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے لازمی چندوں کی کوئی رقم وصول نہیں ہوئی یا بعض کی طرف سے بالکل برائے نام وصولی ہوئی ہے۔ تمام جماعتوں کو ان کے ذمہ سابقہ بقایا کی اطلاعات بھی نظارت ہذا کی طرف سے ارسال کی جا چکی ہیں۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام صدر صاحبان اور سیکرٹریانِ مال کو ابھی سے کوشش اور جدوجہد شروع کر دینی چاہیئے۔ تاکہ آخر مالی سال تک نہ صرف موجودہ مالی سال کے لازمی چندہ جات کی وصولی سو فی صدی ہو جائے بلکہ لازمی چندہ جات کا بقایا بھی بے باق ہو جائے۔

اللہ تعالےٰ جملہ احباب جماعت و عہدیداران کو اپنی رضا کے مطابق زیادہ سے زیادہ خدماتِ دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان
۹/۷/۶۱

خبریں

قادیان ۵ رجولائی ۔ باوا بلونت سنگھ صاحب کے لڑکے سردار اونار سنگھ صاحب کے شگن کی تقریب تھی ۔جس میں کئی سو کی تعداد میں باوا صاحب کے دوست احباب اور معززین شہر مدعو کئے گئے ۔جماعت کی طرف سے مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر جماعت مع دیگر احباب کے شامل ہوئے ۔ اس موقعہ پر باوا صاحب کے خاندان کی طرف سے حاضرین کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ (نامہ نگار)

گورداسپور ۔ ۱۰ رجولائی ۔کل قائمقام ڈپٹی کمشنر شری اونکار ناتھ نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ گزشتہ ماہ جون میں ضلع بھر میں قتل کی تین ۔لڑائی جھگڑا کی ۱۴ ۔نقب زنی ۱۸ اور چوری کی ۲۶ وارداتیں ہوئی ہیں۔اور گزشتہ سال ماہ جولائی کے مقابلہ میں بہت کم ہیں ۔ پٹھانکوٹ میں چوروں کے گروہ کا ایک ممبر پکڑا گیا ہے۔اس سے کافی چوریاں برآمد ہونے کی توقع ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ کماد ۔ اینٹ ۔ کوئلہ اور گندم کی حالت نہایت اچھی ہے۔

چھوٹی بچتوں کی سکیم میں اس ماہ ۱۵۵ لاکھ روپے سے اوپر جمع ہوا ہے اور ۲۱ ہزار روپیہ واپس لیا گیا ۔اس ماہ موسم فصلوں کے لئے اچھا رہا ۔اور برسات کی بارش بھی بروقت ہو گئی ۔جس کی وجہ سے فصلوں کی حالت اچھی ہے۔

مبلغ پچیس ہزار روپیہ صنعتی قرضہ دینے کے لئے محکمہ کو موصول ہوا ۔ جو صنعتی ترقی کے لئے دیا گیا۔

صنعتی ٹریننگ کے ۱۰ اداروں میں داخلہ کے لئے درخواستیں مقررہ فارموں پر ۲۷ جولائی تک موصول ہونی ضروری ہیں ۔درخواست کنندگان کی عمر ۱۶ سال سے ۲۵ سال تک مورخہ یکم اگست کو ہونی چاہیئے۔ انتخاب کرنے والی کمیٹی کے سامنے انٹرویو ۲۸ رجولائی کو ۹ بجے متعلقہ اداروں میں ہوگا ۔مندرجہ ذیل صنعتی اداروں کو درخواستیں دی جائیں۔انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ نابھہ ۔یمنا نگر ۔ راجپورہ ۔ پانی پت ۔امرتسر ۔جالندھر۔

گورداسپور ۱۹ جولائی ۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ڈی ۔آر ۔او کا دفتر گورداسپور سے منتقل ہوکر امرتسر کے دفتر کے ساتھ ملحق ہوگیا ہے ۔پتہ یہ ہے ۔ 4/A رائے بہادر مُنی چند روڈ ۔امرتسر

گورداسپور ۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ فہرست رائے دہندگان چھپ کر آگئی ہے ۔جسے ڈی ۔سی آفس ۔ الیکشن آفیسر آفس ۔میونسپل کمیٹیوں کے دفاتر میں پٹواریوں سے ۱۳ رجولائی تک دیکھ کر درستی کرائی جا سکتی ہے۔

بھوبنیشور ۔ ۱۰ رجولائی اڑلیسہ میں سیلاب کی صورت حال بدستور سنگین بنی ہوئی ہے اور کٹک اور پوری کے ڈیلٹا کے علاقہ کے لوگوں کو ہدایت کردی گئی ہے کہ وہ آج رات رات اپنے مکانات چھوڑ کر اونچے مقامات پر چلے جائیں ۔کیونکہ صبح اس علاقہ میں سیلاب آنے کا خدشہ ہے ۔بتایا گیا ہے کہ ہیرا کڈ ڈیم کی جھیل میں پانی برابر چڑھ رہا ہے ۔ نکھیہ منتری شری پٹنائک نے ایک بیان میں کہا کہ انہوں نے چیف انجنیئر سے بات چیت کی ہے ۔اور اُن کا یہ خیال ہے کہ بندھ کو بچانے کے لئے پانی کا مزید اخراج ضروری ہے ۔ جہانڈی کے اوپر کے علاقہ میں اب بھی زور دار بارشیں ہو رہی ہیں ۔ اور اس وجہ سے بندھ میں پانی کی کمی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے آج ۱۰ بجے بعد دوپہر سانبل پور میں جہانڈی میں پانی کی سطح خطرہ کے نشان سے سات فٹ بلند تھی۔سانبل پور کے ۵۰۰ مربع میل علاقہ میں سیلاب آگیا ہے ۔

اڑلیسہ کے نکھیہ منتری شری پٹنائک نے صوبہ کے عوام کو وارننگ دی ہے کہ کیونکہ ہیرا کڈ ڈیم کے اوپر سیلاب کا خطرہ ہے ۔اس لئے کٹک اور پوری کے ڈیلٹا کے علاقہ کے لوگ کل صبح تک اونچے محفوظ مقامات پر پہنچ جائیں ۔

انہوں نے آل انڈیا ریڈیو کے کٹک سٹیشن سے ایک براڈکاسٹ تقریر میں کہا کہ مجھے بہت افسوس ہے کہ قدرت نے ہیرا کڈ ڈیم کو بچانے کے لئے ہماری انتھک کوششیں ناکام بنادی ہیں ۔تاہم سیلاب سے کٹک کا شہر زیر آب نہ ہوگا (پرتاپ ۱۱ جولائی)

نئی دہلی ۔ ارجولائی ۔ مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر کے ناٹی شریمالی اور جذباتی یکجہتی کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر سمپورنانند نے آج یہاں کہا کہ تعلیمی نظام ایسا ہونا چاہیئے جس سے بھارتی نوجوانوں میں قوم پرستی کا جذبہ پیدا کیا جاسکے ۔ ڈاکٹر شریمالی نے کمیٹی کی پہلی میٹنگ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ کمیٹی کو اس معاملہ پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کے لئے وسیع اور کل ہند سطح پر تعلیمی سروس کا کیڈر مددگار ثابت ہوگا یا نہیں ۔یہ کمیٹی حکومت نے مقرر کی ہے ۔اس کے ذمہ قومی جیون میں جذباتی یکجہتی کو بڑھاوا دینے کے لئے تعلیم کے رول کا مطالعہ کرنے کا کام لگایا گیا ہے ۔ (پرتاپ ۷ جولائی)

ترویندرم ۔ ارجولائی کیرل کے مکھیہ منتری شری پٹم تھانو پلے نے کل رات اخباری نمائندوں کو بتایا کہ صوبہ میں سیلاب کی صورت حال اب بہتر ہے ۔تاہم کئی علاقے اب بھی زیر آب ہیں ۔نقصان کا صحیح اندازہ

قادیان کے نئے پوسٹ ماسٹر

قادیان میں نئے پوسٹ ماسٹر جناب موتی لال بجاج صاحب پٹی سے تبدیل ہوکر آئے ہیں ۔آپ کا قدیمی وطن سری گوبندپور ہے ۔ اور اس وقت پٹی ضلع امرتسر سے تبدیل ہوکر آئے ہیں ۔ خدا تعالےٰ ان کا تقرر قادیان کی پبلک کے لئے مبارک کرے ۔ (ناظر امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان)

ہندوستان میں بیرونی عیسائی مشنریوں کی تعداد میں مسلسل کمی

۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء میں ہر سال بیرونی ممالک سے آنے والے عیسائی مشنریوں میں کمی واقع ہورہی ہے ۔چنانچہ ۱۹۵۶ء کی جنوری میں جو تعداد ۶۱ ۹ ۵ تھی۔ وہ جنوری ۱۹۵۷ء میں گر کر ۵۰۱۱ ہوگئی ۔ اور جنوری ۱۹۵۸ء میں ۴۸۴۴ اور ۱۹۵۹ء میں ۴۸۰۲ تک اور ۱۹۵۹ء میں ۴۸۰۲ تک گر گئی ہے ۔

ملاحظہ ہو The Time of India Directory & year Book 1960—61

(مرسلہ مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی)

موصی حضرات توجہ فرمائیں

بھارت کے جملہ موصی احباب کی خدمت میں ۶۱-۱۹۶۰ء کے فارم اصل آمد بھجوائے گئے تھے ۔جن میں سے بعض دوستوں نے تو مکمل کرکے واپس بھجوا دیئے ہیں ۔ اور بہت سے احباب نے ابھی تک واپس نہیں بھجوائے ۔ چونکہ فارم اصل آمد کے بغیر سالانہ حساب نامکمل رہتا ہے ۔اور بروقت موصیوں کو نہیں بھیجا جا سکتا ۔اس لئے مہربانی فرماکر فارم جلد مکمل کرکے واپس ارسال فرمائے جائیں ۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

موصیوں کے سالانہ حسابات

موصی حضرات کے سالانہ حسابات تیار کرکے ان کی خدمت میں بھجوائے جارہے ہیں ۔سالانہ حساب اس لئے بھجوایا جاتا ہے کہ موصیوں کے ادا کردہ چندہ اور مرکز کے حساب میں کوئی فرق ہو تو معلوم ہوسکے ۔لہٰذا ایسے حضرات سے درخواست ہے کہ اگر انہیں اپنے حساب میں کوئی فرق نظر نہ آئے تو جلد دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں ۔تاکہ حساب فہمی ہو سکے ۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

لگانے کے بعد ریلیف کا کام شروع کیا جائے گا ۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے کیرل کے سیلاب زدہ لوگوں کو ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ کیا ہے ۔ ڈیفنس منسٹر شری کرشنا مینن نے بری ۔ بحری اور ہوائی فوج بھیجنے کی پیشکش کی ہے ۔کیرل کے ایک وزیر نے بتایا ہے کہ ضلع کالیکٹ میں سیلاب سے تقریباً ایک ہزار مکانات گر گئے ہیں ۔ مدراس کے سیلاب کے سلسلہ میں تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ اب کاویری ندی کا پانی کم ہورہا ہے ۔ ضلع ترچناپلی میں ایک بندھ کا شگاف پُر کرنے کے لئے فوجی جوان امداد دے رہے ہیں ضلع ترچور میں سیلاب نے کم از کم ۱۱ آدمیوں کی جان لے لی ہے ۔میسور کے ۱۴ میں سے دس اضلاع میں سیلاب سے ۲۰ لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا ہے ۔ بائیس آدمی ہلاک ہوجانے کی خبریں بھی ملی ہیں ۔ایک ہزار مکانات گر گئے ہیں اور پندرہ ہزار ایکڑ زمین زیر آب ہے ۔ اڑلیسہ کے دو اضلاع کٹک اور پوری کو شدید سیلاب کا خطرہ درپیش ہے ۔کیونکہ ہیرا کڈ کے ذخیرہ میں پانی کی سطح بہت بلند ہوگئی ہے ۔ ان اضلاع سے بہت سے لوگوں کو نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچانا پڑے گا ۔ضلع کٹک میں کم سے کم ۴۰ ہزار کی آبادی کا رہنے سہنا پانی نے گھیر رکھا ہے ۔انہیں ہوائی جہازوں سے خوراک پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے ۔سیلاب کی وجہ سے مدراس میں کچھ لائنوں پر ریلوں کو پانی کا ریلوں کا آنا جانا بند کردیا گیا ہے ۔